

اسلامی عقیدہ اور عبادت سے متعلق

# مسلمان کا تحفہ

(از: امام عبدالعزیز بن باز، علامہ محمد بن صالح العثیمین اور چیئرمین عظیم اسکالررز)

جمع و ترتیب

احمد بن محمد العمران

ترجمہ

عطاء الرحمن ضیاء اللہ

ناشر

دار ابن الأثیر

## فہرست مضامین

### صفحہ نمبر

### مضامین

۳	”لا إله إلا الله“ کی گواہی
۱۱	”محمد رسول اللہ“ کی گواہی
۲۵	توحید اور اس کی قسمیں
۳۳	شرک اور اس کی قسمیں
۴۴	ہمارا عقیدہ
۸۷	بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام
۱۰۹	انبیاء و صالحین کے بارے میں غلو کرنا
۱۲۷	توسل اور وسیلہ
۱۳۸	جادوگروں اور کابھوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا
۱۴۶	طہارت
۱۵۴	نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ
۱۶۷	میت کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین
۱۷۵	زکوٰۃ
۱۸۴	روزہ
۱۸۸	عمرہ کا طریقہ
۱۹۲	حج کا طریقہ
۱۹۶	مسجد نبوی کی زیارت
۲۰۱	خواتین کے مخصوص مسائل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## ”لا إله إلا الله“ کی گواہی (\*)

سب سے پہلا اور عظیم اصل و اساس جس کو لے کر تمام انبیائے کرام اس روئے زمین پر تشریف لائے وہ اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جو ہر قسم کے نقائص و عیوب سے مبرا و منزہ ہے اور یہی "لا الہ الا اللہ" کی شہادت کا معنی و مفہوم ہے۔ نیز یہی وہ اہم اصل ہے جس پر تمام انبیاء و رسل متفق ہیں، ان سب نے اس اہم اصل و اساس کی طرف دعوت دی، اور وہ یہ کہ دنیا کے تمام لوگ اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یہی "لا الہ الا اللہ" کا معنی و مفہوم بھی ہے کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور لوگ جن بتوں، یاد رختوں، یا پتھروں، یا نبیوں، یا ولیوں، یا فرشتوں کی پرستش و پوجا کرتے ہیں وہ سب کے سب باطل ہیں، چنانچہ سچی عبادت و بندگی صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیلئے ثابت و درست ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالْهٰكُمُ الْاِلٰهَ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ (سورة البقرة: ۱۶۳)

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور

بہت بڑا مہربان ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ﴾ (الاسراء: ۲۳)

"اور تیرا پروردگار صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اسکے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔"

---

(\*) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۳۵-۳۶) لئلام ابن باز.

نیز ارشاد فرمایا: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (سورة الفاتحة: ۵)

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

نیز فرمایا: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (سورة البينة: ۵)  
"انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص  
رہیں ابراہیم حنیف کے دین پر" (یعنی شرک سے توحید کی طرف اور تمام ادیان سے منقطع ہو کر  
صرف دین اسلام کی طرف مائل اور یکسو ہوتے ہوئے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا)۔

نیز اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ

الْكَبِيرُ﴾ (سورة الحج: ۶۲)

"یہ سب اسلئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسکے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔"

"لا الہ الا اللہ" کے شرائط:

کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی متعدد شرطیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

کلمہ (۱) لا الہ الا اللہ کے معنی و مفہوم کا علم ہو، اس کے معنی و مدلول پر یقین ہو اور اس کی صحت  
میں شک نہ ہو، اس میں اللہ کے لئے اخلاص ہو، اپنی زبان اور دل سے اس کلمہ کے اقرار میں سچا  
ہو، یہ کلمہ اللہ کے لیے جس اخلاص پر دلالت کرتا ہے اس سے محبت کرنا، اس کو قبول کرنا اور اس کی  
تابعدراری اور اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کو جملہ عبادت کے اندر اکیلا و تہا جاننا، اور اس کے ساتھ شرک  
کرنے سے گریز کرنا اور اس کے ماسوا کی عبادت سے براءت کا اظہار کرنا، اور اس کے بطلان کا  
اعتقاد رکھنا، یہ تمام امور کلمہ لا الہ الا اللہ کے شرائط اور اس کے معنی کی صحت میں داخل ہیں۔

مومن مرد و عورت اس کلمہ کا اقرار غیر اللہ کی عبادت سے بیزاری کے ساتھ، نیز حق کی تابعدراری

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۳/۴۹-۵۰)۔

اور اس کی قبولیت، اللہ کے لئے محبت، اس کی توحید، اس کے لئے اخلاص اور اس کلمہ کے معنی و مفہوم میں شک نہ کرتے ہوئے کریں، کیونکہ بعض لوگ اس کلمہ کو کہتے تو ہیں لیکن ان کا اس پر ایمان و یقین نہیں ہوتا ہے، جیسے منافقین کا حال تھا جو اس کا اقرار کرتے تھے لیکن ان کے دلوں میں شک یا تکذیب پایا جاتا تھا۔ لہذا اس کلمہ کے اقرار کے ساتھ علم، یقین، صدق، اخلاص، محبت، انقیاد (تابع داری)، قبولیت اور شرک سے براءت کا پایا جانا ضروری ہے۔

### لا الہ الا اللہ کے نواقض:

بہت (۱) سارے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ، یا أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله کا صرف اقرار کر لینا ہی کافی ہے اور اسکے بعد جیسا عمل کرنا چاہے کرے، حالانکہ یہ انتہائی درجہ کی جہالت اور اس کلمہ کی حقیقت سے نا آگاہی ہے، کیونکہ یہ صرف زبان سے کہے جانے والے کلمات نہیں ہیں، بلکہ یہ ایسے کلمات ہیں جن کا ایک معنی و مفہوم ہے جس کی تکمیل ضروری ہے یا اس طور کہ اس کلمہ کے اقرار کے ساتھ ساتھ اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے۔

✽ اگر کوئی شخص زبان سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے، لیکن وہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے محار بہ (جنگ) کرتا ہے تو اس نے اس کلمہ کا حق ادا نہیں کیا، کیونکہ منافقوں نے بھی اس کلمہ کا زبان سے اقرار کیا تھا اور ان میں سرفہرست عبداللہ بن ابی بن سلول تھا لیکن اسکے باوجود بھی وہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا﴾

(سورة النساء: ۱۴۵)

" منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متونہ“ (۳/۱۶-۲۵) .

مددگار پالے۔"

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا زبان سے اقرار کرنے کے باوجود ان کا اتنا برا انجام کیوں ہوگا؟

اس کا جواب بالکل آسان ہے، کیونکہ منافقین نے اس کلمہ کو صرف زبان سے ادا کیا لیکن اپنے دلوں سے اس کا انکار کیا، نہ تو اس کا اعتقاد رکھا، اور نہ ہی اس کے تقاضے پر عمل کیا۔ لہذا صرف زبان سے اس کلمہ کا اقرار انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

✽ اسی طرح یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں میں سے جنہوں نے اس کلمہ کا اقرار کیا، وہ سب بھی اسی راستے پر ہیں، انہیں یہ کلمہ فائدہ نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے معنی پر ایمان لے آئیں، اور یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کو خالص کریں اور یہاں تک کہ وہ اس کی شریعت کے تابع دار بن جائیں۔

✽ اسی طرح مسیلمہ کذاب، اُسود عسی، مختار بن عبید ثقفی وغیرہ نبوت کے دعویداران کے تبعین و پیروکار، لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے تھے، لیکن جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کی تصدیق کی، تو وہ کافر اور مرتد ہو گئے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے اس فرمان کو جھٹلادیا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۴۰)

"(لوگو! تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ) نہیں ہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔"

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم اور ان کی آخری کڑی ہیں، لہذا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ کافر اور گمراہ ہو گیا۔

جب نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس عظیم

مقام میں اس کے لائق و مناسب نہیں، اور اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا، تو جو شخص الوہیت کے مقام و مرتبہ کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو اللہ کے ماسوا پوجا کیے جانے کیلئے پیش کرے تو پھر اس کا حکم کیا ہوگا؟ بلاشک و شبہ وہ کفر اور گمراہی کا زیادہ مستحق ہے۔

جو شخص غیر اللہ کی پوجا کرے اور اس کے لئے عبادت انجام دے، اور اسی کی خاطر دوستی اور دشمنی کرے تو ایسا شخص عظیم ترین کفر و ضلالت کا مرتکب ہے۔

❖ اسی طرح اگر کوئی شخص لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ بدوی کو پوجتا ہے، یا حسین کو پوجتا ہے، یا ابن علوان یا عیدروس کو پوجتا ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا ہے، یا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پوجتا ہے، یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم کی پوجا کرتا ہے، ان کو پکارتا، ان سے استغاثہ کرتا، ان کے لیے نذر مانتا، اور ان سے مدد طلب کرتا ہے تو یہ کلمہ لا الہ الا اللہ اسے کوئی فائدہ نہ دے گا، بلکہ وہ شخص اس کی وجہ سے کافر اور گمراہ ہو جائے گا اور اس کلمہ کو توڑنے والا اور اسے باطل کرنے والا ہو جائے گا۔

❖ اسی طرح اگر کوئی آدمی لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اور نماز کی ادائیگی کرتا اور روزہ رکھتا ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا اور برا بھلا کہتا ہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرتا ہے، یا آپ کا مذاق اڑاتا ہے، یا یہ کہتا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت کو کما حقہ نہیں پہنچایا، بلکہ اس میں کوتاہی سے کام لیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عیب سے متہم کرتا ہے، تو ایسا شخص کافر ہو گیا، گرچہ وہ ہزاروں بار "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرے، اور گرچہ وہ صوم و صلاۃ کا اہتمام کرے، کیونکہ یہ نواقض توحید اس کے مرتکب شخص کے دین کو باطل کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں کے اندر ایک باب قائم کیا ہے جس کا نام انھوں نے "باب حکم المرتد" رکھا ہے۔ یعنی وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے، اور انہوں نے اس باب میں نواقض اسلام کے کچھ انواع کا ذکر کیا ہے جن میں سے وہ قسم بھی ہے جس کا ہم

نے ابھی ذکر کیا ہے۔

✽ اسی طرح اگر کوئی آدمی "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرتا ہے، لیکن صلاۃ کی فرضیت کا منکر ہے اور وہ کہتا ہے کہ: صلاۃ واجب نہیں ہے، یا صوم واجب نہیں ہے، یا زکوٰۃ واجب نہیں ہے، یا استطاعت کے باوجود حج واجب نہیں ہے، تو ایسا شخص منفقہ طور پر کافر ہے، اور ایسے شخص کو لا الہ الا اللہ کا اقرار، یا اس کی نماز، یا اس کا روزہ کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اگر وہ اس کی فرضیت کا منکر ہے۔

✽ اور اگر کوئی شخص صوم و صلاۃ کا پابند اور عبادت گزار ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ: زنا حلال ہے، یا اس کے علاوہ دیگر کسی چیز کو جس کی حرمت پر امت کا اجماع و اتفاق ہے اسے حلال سمجھتا ہے، تو ایسا آدمی تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہو جائے گا اور اس قول کی وجہ سے اس کا دین ٹوٹ جائے گا، گرچہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو اور محمد رسول اللہ کی شہادت دیتا ہو اور صوم و صلاۃ کا اہتمام کرتا ہو، کیونکہ وہ زنا کو حلال سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والا ہو گیا جس نے اسے اپنے اس فرمان کے ذریعہ حرام قرار دیا ہے:

﴿وَلَا تَقْرُبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

”خبردار! زنا کے قریب بھی نہ پھٹلنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔“

✽ اسی طرح اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ: شراب یا جو حلال ہے، تو وہ کافر ہو گیا گرچہ وہ صوم و صلاۃ کا اہتمام کرے، اور گرچہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے، بلاشبہ وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر اور مشرک ہو جائیگا، کیونکہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اس کے اس فرمان میں جھٹلانے والا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة المائدة: ۹۰)

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور تھان اور فال نکلنے کے پانسے کے تیر یہ



سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔“  
 لیکن ان اشیاء کو حلال قرار دینے والا اگر ایسا ہے جس کے مانند شخص اسلام کے احکام سے نابلد  
 ہوتا ہے کیونکہ اس کی نشوونما مسلمانوں سے دور دراز ملک میں ہوئی ہے، تو اسے شریعت کی دلیلوں  
 کی روشنی میں اس کا حکم بتایا جائے گا، اس کے بعد بھی اگر وہ زنا یا شراب یا اس جیسی دیگر متفقہ محرّمات  
 کی حلت پر مصر رہے تو ایسا آدمی بالا جماع (متفقہ طور پر) کافر ہے۔

❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز، روزہ اور عبادت کا اہتمام کرے اور ہر مجلس میں اس کلمہ (لا الہ  
 الا اللہ) کا ہزاروں بار ورد کرے، پھر ان سب کے بعد یہ کہے کہ: اس کی ماں یا اس کی بیٹی یا اس  
 کی بہن حلال ہے جس سے وہ ہم بستر ہو سکتا ہے، تو تمام مسلمانوں کے نزدیک وہ کافر ہے اور اس  
 کی وجہ سے وہ مرتد ہو جائے گا کیونکہ اس نے نص اور اجماع سے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال ٹھہرایا۔  
 ❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نبیوں میں سے کسی ایک نبی کی تکذیب کرے اور کہے کہ:

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور میں ان پر ایمان رکھنے والا اور اللہ تعالیٰ کا موحد ہوں، اور میں  
 لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہوں، لیکن میں کہتا ہوں کہ: عیسیٰ ابن مریم جھوٹے ہیں رسول نہیں ہیں،  
 یا موسیٰ، یا ہارون، یا داؤد، یا سلیمان، یا نوح، یا ہود، یا صالح، یا ان کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم  
 السلام جن کی نبوت کی قرآن نے صراحت کی ہے، وہ نبی نہیں ہیں، یا ان کو سب و شتم کرے تو ایسا  
 شخص متفقہ طور پر کافر ہے، اور اس کو لا الہ الا اللہ کا اقرار، محمد رسول اللہ کی شہادت  
 اور صوم و صلاۃ کی ادائیگی کچھ فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ اس نے ایسے کام کا ارتکاب کیا ہے جس سے  
 اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوتی ہے، اور اللہ کے پیغمبروں کی عیب جوئی ہوتی ہے۔

❁ اسی طرح اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ ہر چیز کو انجام دے، تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت  
 کرے، اور صوم و صلاۃ کو بھی انجام دے، لیکن وہ کہتا ہو کہ زکاۃ فرض نہیں ہے، جو چاہے زکاۃ دے  
 اور جو چاہے زکاۃ نہ دے، تو ایسا اعتقاد رکھنے والا شخص بھی متفقہ طور پر کافر ہے، اور ان مرتدین میں

شامل ہے جن کے خون کو بہانا جائز ہے کیونکہ ایک طرف تو اس نے زکاۃ کی فرضیت کا انکار کیا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مخالفت کی: ﴿وَأَقِمْوُ الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاٰكِعِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۴۳) ”اور نمازوں کو قائم کرو اور زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو“۔

اسی طرح اس نے سنت کے ان ثابت شدہ نصوص کی مخالفت کی جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ زکاۃ اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اور اس کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔  
 ❁ اسی طرح اگر کوئی شخص نماز کو ترک کر دے، تو گرچہ وہ اس کی فرضیت کا قائل ہے لیکن علماء کے صحیح تر قول کے مطابق وہ کفر اکبر کا مرتکب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((العهد الذى بيننا وبينهم الصلاة فمن تركها فقد كفر))

”ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے درمیان عہد و پیمانہ نماز ہے، لہذا جس نے نماز کو ترک کر دیا، وہ کافر ہو گیا۔“ (اس کی تخریج احمد نے اپنی مسند میں کی ہے اور اصحاب السنن نے اسکو صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے)۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلاة))

”آدمی اور شرک و کفر کے درمیان حد فاصل نماز ہے۔“ (صحیح مسلم)

اس کے علاوہ اور متعدد آیات و احادیث ہیں جو تارک صلاۃ کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔

❁ اسی طرح اگر کوئی آدمی نماز اور روزہ کی پابندی کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کا موحد ہے، اور شرک سے اجتناب کرے، لیکن وہ یہ کہے کہ: جنت یا جہنم برحق نہیں ہے، جنت اور جہنم کا وجود ہی نہیں ہے، یا یہ کہے کہ: میزان کا وجود نہیں ہے، یا قیامت نہیں ہے، یا یوم آخرت کا وجود نہیں ہے، تو اس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر، مرتد اور گمراہ ہو جاتا

ہے، یا وہ یہ کہے کہ: اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں ہے، یا وہ چیزوں کی حقیقت کو نہیں جانتا ہے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے اس قول کی وجہ سے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس فرمان اور اس معنی کی دیگر آیات کی تکذیب کرنے والا ہو جاتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ التوبہ: ۱۱۵) ”بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

نیز اس نے اس قول کے ذریعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تنقیص کی ہے اور اسے سب و شتم کیا ہے۔ مذکورہ تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام میں داخل ہونا، اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا، اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینا، جان و مال کے تحفظ کیلئے کافی نہیں ہے اگر اس کا اقرار کرنے والا اس کے نواقض کا ارتکاب کرتا ہے۔

## ”محمد رسول اللہ“ کی گواہی (\*)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جن و انس کیلئے بشیر و نذیر، اور اس کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر مبعوث فرمایا، اور آپ کو دین حق اور ہدایت و رحمت کے ساتھ، نیز آپ پر ایمان لانے، آپ سے محبت کرنے اور آپ کے راستے کی پیروی کرنے والے کیلئے دنیا و آخرت کی سعادت بنا کر بھیجا۔ آپ نے رسالت کو بحسن و خوبی پہنچایا، امانت کو ادا کیا، امت کی خیر خواہی فرمائی، اور اللہ کے راستے میں بھرپور جہاد کیا، لہذا اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین، سب سے اچھا اور کامل ترین بدلہ عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی، آپ کے حکم کی بجا آوری و فرمانبرداری، اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کرنا اسلام کے اہم فرائض میں سے ہیں اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مقصود ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رسالت کی شہادت و گواہی دینا

(\*) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۳۹۶/۲) لؤلؤ امام ابن باز۔

آپ کی محبت، آپ کے اتباع، اور ہر موقع پر اور آپ کا نام آنے پر، آپ پر درود و سلام بھیجنے کا متقاضی ہے، کیونکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حقوق کی ادائیگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ اس کے اوپر اللہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کرنا ہے۔

### نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی مشروعیت:

نبی (۱) ﷺ پر درود بھیجنا نمازوں کے اندر تشہد میں مشروع ہے، نیز خطبوں، دعاؤں، اور استغفار میں، اذان کے بعد، مسجد میں داخل ہوتے اور اس سے نکلنے وقت، آپ کا ذکر آنے پر اور دیگر جگہوں میں مشروع و مستحب ہے۔

**تنبیہ:** کسی کتاب، یا مؤلفات، یا رسالہ، یا مقالہ، یا اسی جیسی چیزوں میں آپ ﷺ کا نام لکھتے وقت، نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا تاکید آئی ہے جس کی دلیلیں گزر چکی ہیں۔ اور مشروع یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اسے پورا اور کامل لکھا جائے، اور اس لیے بھی کہ جب قاری اس سے گزرے تو اسے یاد آجائے۔ رسول ﷺ پر درود لکھتے وقت کلمہ (صلعم) یا (ص) یا اسی کے مشابہ دیگر رموز پر اکتفا نہ کیا جائے جسے بعض کاتبین اور مؤلفین استعمال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہے:

﴿صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو۔“ (الاحزاب: ۵۶)

نیز اس سے مقصود پورا نہیں ہوتا ہے اور مکمل (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنے میں موجود افضلیت بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ قاری کو اس کا خیال ہی نہ آئے یا وہ اس کا مطلب ہی نہ سمجھ سکے، نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اہل علم نے درود کے لیے رموز کے استعمال کو ناپسند کیا ہے اور اس سے احتراز کرنے کی تلقین کی ہے۔

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۲/۹۷-۹۸) للإمام ابن باز.

## نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر درود بھیجنے کے سلسلے میں متعدد احادیث کے اندر رغبت دلائی ہے، انہی میں سے یہ حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ " (صحیح مسلم)

ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، اور میری قبر کو عید نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تمہارا درود، تم جہاں کہیں بھی ہو، مجھ تک پہنچتا رہتا ہے۔ " (ابوداؤد)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ " (ترمذی، احمد)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے فوائد:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بہت سارے فوائد ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری، نیز آپ ﷺ پر درود بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں کی موافقت ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورة الأحزاب: ۵۶)

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، تو اے مومنو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

۲- درود و سلام بھیجنے والے کے اجر میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔

۳- اس کی دعا کی قبولیت کی امید، نیز حصول برکت کا سبب ہے۔

۴- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دائمی محبت اور اس میں زیادتی اور بڑھوتری کا ہونا۔

۵- بندے کی ہدایت اور اس کے دل کی زندگی و تازگی کا سبب ہے۔

چنانچہ جس قدر بندہ کثرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے گا اور آپ کا تذکرہ کرے گا اسی قدر اس کے دل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاوی ہو جائے گی، یہاں تک کہ اس کے دل میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر میں سے کسی چیز کی مخالفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی چیز کے اندر شک باقی نہیں رہ جائے گا۔

### رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت:

اللہ تعالیٰ (۱) نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہے اور اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا اعتقاد رکھے گا وہ ناکام و نامراد ہے اس کی نہ تو فرض قبول ہوگی نہ ہی نفل، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

(سورة آل عمران : ۸۵)

”جو اسلام کے علاوہ دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔“

دوسری جگہ فرمایا: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (سورة النساء : ۸۰)

" جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی -"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ

وَعَلَيْكُمْ مِمَّا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (سورة النور: ۵۴)

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۱۹۸-۱۹۹) للإمام ابن باز۔

(۲) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۱۳۶-۱۳۷) للإمام ابن باز۔

"کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول اللہ کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو۔"

نیز (۲) سنت میں وارد نصوص میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔" (متفق علیہ)

اور (صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، کہا گیا کہ: اے اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا" (بخاری)

یہ حدیث اس بات پر واضح ثبوت ہے کہ جس نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی تو اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کیا۔

محمد ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے:

امام (۱) بخاری و مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں، ایک مہینہ کی مسافت سے ہی دشمن کے دل میں رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لئے پوری روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، تو جو بھی شخص نماز کے وقت کو پالے تو وہ نماز پڑھے،

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۸/۱۹۷-۱۹۸) للإمام ابن باز.

اور میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، نیز نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام انسانیت کے لیے عام اور شامل ہونے پر کھلی دلیل ہے، اور یہ کہ اس نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا، اور یہ کہ جس شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں کیا اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی تو وہ کافر، نافرمان اور سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ (سورة هود: ۱۷)

"اور تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہوا سکے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے۔"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ

عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورة النور: ۶۳)

"سنو! جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی

زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔"

اور اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا

وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ﴾ (سورة النساء: ۱۴)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کے مقررہ حدود سے

آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں کے ہی لئے رسوا کن

عذاب ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

(سورة البقرة: ۱۰۸)



"(سنو!) ایمان کو کفر سے بدلنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔"

اور (۱) ان (یہود و نصاریٰ) کی ضلالت و گمراہی کی تاکید کے لیے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ذریعہ ان کے دین کے منسوخ کر دیے جانے کے بعد وہ ایک باطل دین پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو حکم دیا کہ وہ ہر روز، ہر نماز اور ہر رکعت میں اللہ رب العالمین سے صحیح اور مقبول سیدھے راستے کی طرف ہدایت کا سوال کرے اور وہ راستہ: اسلام ہے۔ اور ایسے لوگوں کے راستے سے دور رکھے جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ یہود اور ان کے ہم مثل لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ وہ باطل پر ہیں پھر بھی اسی پر مصر ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اسے گمراہ لوگوں کے راستے سے دور رکھے جو بغیر علم کے عبادت کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت کے راستے پر ہیں، جبکہ وہ ضلالت و گمراہی کے راستے پر ہیں، اور وہ نصاریٰ اور ان کے مشابہ دیگر امت کے لوگ ہیں جو جہالت و گمراہی کے اساس پر عبادت کرتے ہیں۔ اور یہ سب اس لیے ہے تاکہ مسلمان یقینی طور پر اس بات کو جان لے کہ اسلام کے علاوہ ہر دین باطل ہے، اور ہر وہ شخص جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے طریقے پر اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ گمراہ ہے، اور جو اس کا اعتقاد نہ رکھے، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

### اللہ کی طرف سے سنت رسول ﷺ کی حفاظت:

رسول (۲) صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ ﷺ کی قولی و فعلی سنت (احادیث) کی حفاظت کی، اور اسے اپنے بعد تابعین تک پہنچایا، پھر تابعین نے اسے اپنے بعد کے لوگوں (تابع تابعین) تک پہنچایا، اس طرح علمائے ثقات نے نسل در نسل، اور صدی در صدی احادیث کو نقل کیا، اور انھیں اپنی کتابوں میں جمع کیا، اور صحیح احادیث کو ضعیف حدیثوں سے چھانٹ کر الگ

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۲۰۰/۸-۲۰۱) للإمام ابن باز.

(۲) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۲۱۶/۱) للإمام ابن باز.

کیا، اور صحیح و ضعیف حدیث کی معرفت کے لئے اصول و ضوابط اور قوانین بنائے جو ان کے درمیان معروف و مشہور ہیں، جن کے ذریعہ صحیح حدیث کو ضعیف حدیثوں سے جانا جاسکتا ہے، اور اہل علم کے درمیان کتب سنہ (حدیث کی کتابیں) صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ متداول ہیں اور انھوں نے ان کی مکمل حفاظت کی ہے، جس طرح کہ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب عزیز کی کھلواڑ کرنے والوں کے کھلواڑ سے، اور ملحدین کے الحاد (کج روی) سے، اور باطل پرستوں کی تحریف و تبدیلی سے حفاظت فرمائی، اپنے اس فرمان کے مدلول کو سچا ثابت کرتے ہوئے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورۃ الحجر: ۹)

“بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی نازل کردہ وحی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سنت کی اسی طرح حفاظت فرمائی ہے جس طرح اپنی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کیلئے ایسے ناقدین علماء کو مستخر فرمایا جو اس سے باطل پرستوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل کو مسترد کرتے ہیں، اور اس سے ہر اس چیز کا دفاع کرتے ہیں جسے جاہلوں، جھوٹوں اور ملحدین نے اس کے ساتھ چسپاں کر دی ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کتاب قرآن مجید کی تفسیر، اور اس کے اندر جو احکام مجمل طور پر بیان کیے گئے ہیں ان کی وضاحت کرنے والا بنایا ہے، اور اس کے اندر دیگر ایسے احکام بھی بیان کیے گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم کے اندر کوئی نص (صراحت) نہیں ہے، جیسے رضاعت کے احکام کی تفصیل، میراث کے بعض احکام، کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو اور کسی عورت اور اس کی خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے کی حرمت، اور ان کے علاوہ دیگر احکام جن کا صحیح احادیث میں ذکر ہے، لیکن قرآن کریم میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔

## رسول ﷺ کی سنت کی حجیت:

امام (۱) احمد، ابوداؤد اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "خبردار! بے شک مجھے قرآن اور اس کے ساتھ ہی اس کے مثل (سنت) عطا کیا گیا ہے، آگاہ رہو! قریب ہے کہ ایک شکم سیر آدمی اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ: تم اس قرآن کو لازم پکڑو، اس میں جو کچھ حلال پاؤ، اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ، اسے حرام جانو۔" (احمد، ابوداؤد)

اور ابورافع کے بیٹے اپنے والد (ابورافع) سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"میں تم میں سے کسی کو اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہوئے اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کے پاس میری کوئی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے روکا ہو، تو وہ کہے کہ: ہم اس کو نہیں جانتے، ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا اس کا اتباع کیا۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ)

نیز حسن بن جابر فرماتے ہیں کہ: میں نے مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن چند چیزوں کو حرام قرار دیا پھر فرمایا: "قریب ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی چار پائی پر ٹیک لگائے ہوئے میری تکذیب کرے، اس کے سامنے میری حدیث بیان کی جائے گی تو وہ کہے گا کہ: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، لہذا جو کچھ ہم نے اس میں حلال پایا، اسے حلال سمجھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اس میں حرام پایا، اسے حرام سمجھتے ہیں، سنو! جس چیز کو رسول اللہ نے حرام قرار دیا ہے وہ اللہ کے حرام کرنے کے مثل ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

(۱) "مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ" (۱/۲۱۵-۲۱۹) للإمام ابن باز.

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر کے ساتھ احادیث وارد ہیں کہ آپ اپنے خطبہ میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں پر موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک مجھ سے سنی ہوئی باتیں پہنچادیں، اور آپ ان سے کہتے تھے کہ: ”بسا اوقات وہ شخص جسے بات پہنچائی گئی ہے (براہ راست) سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا یا سمجھ دار ہوتا ہے۔“

اور اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اور یوم النحر کے دن لوگوں کو خطبہ دیا تو ان سے فرمایا کہ:

”حاضر شخص غائب تک میری باتیں پہنچادے کیونکہ بسا اوقات جس تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث براہ راست اس کے سننے والے پر اور اس شخص پر جسے حدیث پہنچائی گئی ہے، حجت نہ ہوتی اور اگر وہ قیامت تک باقی رہنے والی نہ ہوتی، تو آپ ﷺ اسے دوسروں تک پہنچانے کا حکم نہ دیتے، لہذا اس سے یہ پتہ چلا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص پر بھی حجت ہے جس نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے اور اس شخص پر بھی جس کے پاس صحیح سندوں سے اسے پہنچایا گیا ہے۔

نیز امام بیہقی نے جلیل القدر تابعی ایوب سختیانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جب تم کسی شخص سے سنت (حدیث) بیان کرو، تو وہ کہے کہ: اس کو چھوڑو اور مجھے قرآن سے بتاؤ، تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے۔“

اور امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”سنت کتاب پر فیصلہ کرنے والی ہے، یعنی اس کے مطلق کو مقید کرنے والی ہے، یا ایسے احکام کے ذریعہ جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

(سورة النحل: ۴۴)

”یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پہلے گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”خبردار! مجھے کتاب اور اس کے ساتھ ہی اس کے مثل عطا کیا گیا ہے...“

اور بیہقی نے عامر شعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بعض لوگوں سے کہا کہ: جس وقت تم صحیح حدیثوں کو چھوڑ دو گے تو تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

### سنت رسول ﷺ کا مقام و مرتبہ اور اس کے انکار کرنے والے کا حکم:

بلاشبہ (۱) سنت مطہرہ اسلام کے اصول میں سے دوسرا اصل ہے، اور تمام اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ اسلام کے اندر سنت (احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کے بعد پہلا مقام حاصل ہے، اور یہ تمام امت پر ایک مستقل حجت قائم ہے، جس نے اس کا انکار کیا یا یہ گمان کیا کہ اس سے اعراض کرنا، اور صرف قرآن کریم پر اکتفا کرنا جائز ہے، تو وہ بہت دور کی گمراہی میں چلا گیا اور کفر اکبر کا ارتکاب کیا، اور اس قول کی وجہ سے اسلام سے مرتد ہو گیا، کیونکہ وہ اس قول اور اس اعتقاد کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز کا حکم دیا تھا اس کا انکار کر دیا، اور اسلام کے اصول میں سے ایک عظیم اصل کا منکر ہو گیا جس کی طرف رجوع کرنے، اس پر اعتماد و بھروسہ کرنے، اور اس پر عمل کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، نیز اس نے اہل علم کے اجماع کا انکار کر دیا اور اسے جھٹلا دیا۔

اس (۲) سلسلے میں وارد آیات میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

(۱) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۱۳۲/۸-۱۳۳) للإمام ابن باز.

(۲) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۲۱۳/۱-۲۱۵) للإمام ابن باز.

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورة آل عمران: ۱۳۲) " اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ " اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورة النساء: ۵۹)

" اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔ "

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا﴾ (سورة النساء: ۸۰)

" اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جو منہ پھیرے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ "

آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، اور جس چیز کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی جانب لوٹنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے اگر آپ کی سنت قابل حجت ہی نہ ہو؟ یا تمام احادیث غیر محفوظ ہوں؟ اس قول کا مطلب یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک ایسی چیز کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے، اور یہ سب سے بڑا باطل اور اللہ کے ساتھ عظیم ترین کفر اور بدگمانی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾  
(سورة النحل: ٤٤)

”یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“  
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (سورة النحل: ٦٤)

" اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لئے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں اور یہ ایمان داروں کیلئے رہنمائی اور رحمت ہے۔"  
تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان کی طرف نازل کردہ کتاب (قرآن) کی توضیح و تفسیر کی ذمہ داری کیسے سونپ رہا ہے، جبکہ آپ کی سنت کا کوئی وجود ہی نہیں یا اس میں کوئی حجت ہی نہیں ہے؟  
اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ (سورة النور: ٥٤)

" کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو، رسول کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے اور تم پر اس کی جواب دہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے، ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی کرو، سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے اسی سورت کے اندر دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورة

النور: ۵۶) ”نماز کی پابندی کرو، زکاۃ ادا کرو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (سورة الأعراف: ۱۵۸)

" آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔"

ان آیتوں کے اندر اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہدایت و رحمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے، اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیے بغیر، یا اس قول کے ساتھ کی حدیث کی کوئی صحت نہیں، یا وہ ناقابل اعتماد ہے، آپ کا اتباع کیسے ممکن ہو سکتا ہے!؟





## توحید اور اس کی قسمیں (\*)

**پہلی قسم:** توحید ربوبیت: اس کا مفہوم اللہ تعالیٰ کے افعال، اس کے عالم کی تدبیر کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا اقرار کرنا، اس کو توحید ربوبیت کہتے ہیں اور وہ اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا، روزی دینے والا، تمام امور کی تدبیر اور اس میں تصرف کرنے والا ہے، وہی دیتا اور روکتا ہے، وہی پست کرتا اور بلند کرتا ہے، وہی عزت دیتا اور ذلت دیتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس توحید کا اجمالی طور پر مشرکین بھی اقرار کرتے تھے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَلَعِنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ (سورة الزخرف: ۸۷)  
 "اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے اللہ نے۔"

اور ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلَعِنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾ (الزخرف: ۹)  
 ”اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً انکا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (سورة يونس: ۳۱)

”آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں

(\*) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعة“ (۱/۳۳-۳۷) للإمام ابن باز.

اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔“

وہ (کفار و مشرکین مکہ) ان چیزوں کو تسلیم کرتے تھے، لیکن اس اقرار سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادت میں یکتا و منفرد ماننے اور عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے میں فائدہ نہ اٹھایا، بلکہ اس کے ساتھ واسطے بنا لیے جنہیں انہوں نے اللہ کے نزدیک سفارشی گمان کیا اور یہ کہ وہ انہیں اللہ کے نزدیکی کے مرتبہ تک پہنچادیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيُعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (سورة يونس: ۱۸)

”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“  
تو اللہ نے ان کے اس زعم کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ أَتَنْبِئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورة يونس: ۱۸)

”آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔“

لہذا اللہ سبحانہ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ تو آسمانوں میں اور نہ زمین میں، بلکہ وہ اللہ سبحانہ اکیلا و تنہا ہے، یکتا و بے نیاز ہے، وہی تمام عبادات کا تنہا مستحق ہے۔

دوسری قسم: توحید اسماء و صفات (۱): یہ بھی توحید ربوبیت کی جنس سے ہے، اس کا بھی مشرکین

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۳۸/۱) للإمام ابن باز.

اقرار کرتے اور اسے جانتے پہچانتے تھے، اور توحید ربوبیت، اس توحید (اسماء و صفات) کو مستلزم ہے، کیونکہ جو خالق، رازق اور ہر چیز کا مالک ہے تو وہی تمام اچھے ناموں اور بلند صفات کا مستحق ہے، اور وہ اپنی ذات، اپنے اسماء و صفات اور اپنے افعال میں کامل ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے، اور نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (سورۃ الشوری: ۱۱) "اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔"

اور جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾

(سورۃ الإخلاص: ۱-۴)

”آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہو نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔“

اور وہ کفار اپنے رب کو اس کے ناموں اور صفات سے جانتے تھے اور ان میں سے بعض نے تکبر و عناد سے کام لیتے ہوئے ”الرحمن“ کے نام کا انکار کیا تو اللہ نے اپنے اس قول کے ذریعہ ان کی تکذیب فرمائی:

﴿كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لَّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾

(سورۃ الرعد: ۳۰)

”اسی طرح ہم نے آپ کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں کہ آپ انہیں ہماری طرف سے جو وحی آپ پر اتری ہے پڑھ کر سنائیے، یہ اللہ الرحمن کے منکر ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرا پالنے والا تو وہی ہے اس کے سوا درحقیقت کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اسی کے اوپر

میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میرا رجوع ہے۔“

تیسری قسم: توحید الوہیت یا عبادت (۱):

اور یہی لا الہ الا اللہ کا معنی بھی ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، چنانچہ یہ کلمہ غیر اللہ سے تمام انواع کی عبادت کی نفی کرتا ہے اور اسے تنہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے۔

یہی کلمہ ہی اصل دین اور اس کا مکمل اساس ہے، یہی وہ کلمہ ہے جس کی طرف نبی ﷺ نے اپنی قوم کو بلایا اور اسی کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کو بھی دعوت دی مگر وہ اسلام نہ لائے اور اپنی قوم کے دین پر فوٹ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے معنی کی وضاحت اپنی کتاب میں بہت سارے مقامات پر فرمائی ہے، انہی میں سے اللہ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَاللَّهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (سورة البقرة: ۱۶۳)

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔"

اور اللہ جل و علا کا فرمان ہے: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (الإسراء: ۲۳)  
"اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔"

اور اللہ کا فرمان: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (سورة الفاتحة: ۵)

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

اور اللہ کا فرمان: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (سورة البينة: ۵) "انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین

(۱) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۱/۳۸-۳۲) لئلا امام ابن باز.

کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر - " ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں۔  
یہ سبھی آیات اس کلمہ کی تفسیر کرتی ہیں اور اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اس کا معنی: غیر اللہ  
کے لیے عبادت کا ابطال، اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے حقیقی عبادت کا اثبات کرنا ہے،  
جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سورہ حج کے اندر فرمایا:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ  
الْكَبِيرُ﴾ (سورة الحج: ۶۲)

" اور یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے  
اور بے شک اللہ ہی بلندی والا، کبریائی والا ہے۔"

اور سورہ لقمان میں فرمایا: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ  
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ (سورة لقمان: ۳۰)

" یہ سب (انتظامات) اسوجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ  
پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔"  
چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی سچا ہے، اور اسی کے لئے سچی دعوت ہے، اور اللہ کے ماسوا کو چھوڑ  
کر صرف اسی کی عبادت سچ ہے، لہذا صرف اسی سے فریاد کی جائے گی، اور اسی کے لئے نذرمانی  
جائے گی، اور اسی پر بھروسہ کیا جائے گا، اور صرف اسی سے شفاعت طلب کی جائے  
گی، اور صرف اسی کے پرانے گھر (کعبہ) کا طواف کیا جائے گا اور اس کے علاوہ عبادت کے  
دیگر انواع اسی کے لیے انجام دیے جائیں گے۔ وہی اللہ برحق ہے اور اس کا دین برحق ہے۔  
لہذا جس نے ان تینوں قسموں کو اچھی طرح سمجھ لیا یعنی توحید کی تینوں قسموں کو، اور انہیں حفظ کر لیا  
اور ان کے معنی پر ثابت قدم رہا، تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے یکتا و یگانہ  
ہے اور اپنی تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اور جس نے ان میں سے کسی

ایک قسم کو ضائع و برباد کر دیا تو اس نے سبھی قسموں کو ضائع کر دیا کیونکہ یہ تینوں آپس میں ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں، ان تینوں کے ایک ساتھ پائے جانے بغیر اسلام کا وجود ممکن نہیں، اور جس نے اللہ کے اسماء و صفات کا انکار کیا تو اس کا دین نہیں ہے، اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا کائنات کے اندر تصرف کرنے والا اور امور کی تدبیر کرنے والا ہے، تو اہل علم کے اجماع کے مطابق وہ شخص کافر اور ربوبیت میں شرک کرنے والا ہے۔

اور تو حید عبادت ہی کا پہلے مشرکوں نے انکار کیا تھا، اور آج کے مشرکین بھی اس کا انکار کرتے ہیں اور اس پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، بلکہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کے ماسوا کی پوجا کی ہے، چنانچہ انھوں نے درختوں اور پتھروں کی پوجا کی، بتوں کی پرستش کی، نیز اولیاء و صالحین کی عبادت کی، ان سے فریاد طلب کیا، ان کے لئے نذر مانی اور ان کے لیے ذبیحہ پیش کیا، اور اس کے علاوہ دیگر وہ چیزیں انجام دی جنہیں قبروں کے پجاری، بتوں اور پتھروں کے پجاری اور ان کے مشابہ لوگ کرتے ہیں۔ وہ لوگ ان چیزوں کی وجہ سے کافر اور مشرک ہیں، اگر وہ اسی حالت پر مر جاتے ہیں تو ان کی بخشش نہ ہوگی، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ (سورة النساء: ۱۱۶)

"اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔"

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (سورة الأنعام: ۸۸) "اور اگر فرضاً

یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (سورة المائدة: ۷۲)

" یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔"

اس لئے توحید کی اس قسم کی تکمیل، اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے شرک کی نفی کرنا، اور اس چیز پر ثابت قدم رہنا، اس توحید کی طرف دعوت دینا، اور اس کی خاطر دوستی و دشمنی رکھنا ضروری ہے۔

توحید کی اس قسم سے ناواقفیت اور اس میں عدم بصیرت کی وجہ سے لوگ شرک میں واقع ہوتے ہیں، جبکہ وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ گمان کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (سورة الأعراف : ۳۰) "ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں۔"

اور نصاریٰ اور انکے مانند لوگوں کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنََّّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ (سورة الكهف : ۱۰۳-۱۰۴)

”کہہ دیجئے کہ اگر (تم کہو تو) میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار اعمال سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ وہ ہیں کہ جن کی دنیا کی تمام تر کوششیں برباد ہو گئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔“

چنانچہ کافر اپنی جہالت اور اپنے دل کے الٹنے کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا (نیوکار) سمجھتا ہے، جب کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے، غیر اللہ کو پکارتا ہے، اور غیر اللہ سے فریاد کرتا ہے، نذر مان کر اور ذبیحہ پیش کر کے غیر اللہ کا تقرب تلاش کرتا ہے اور یہ سب اپنی جہالت اور کم بصیرتی کی وجہ سے کرتا ہے، انہی لوگوں کے بارے میں اللہ عز و جل نے اپنا یہ فرمان نازل کیا ہے:

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ

سَبِيلًا﴾ (سورة الفرقان: ٤٤)

”کیا آپ اسی خیال میں ہیں کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔“

اور اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ (سورة الأعراف: ١٧٩)

" اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔ " اس لئے اہل علم اور طلبہ علم پر واجب ہے کہ توحید کی اس قسم پر سب سے زیادہ توجہ دیں، کیونکہ اس کے بارے میں بکثرت جہالت پائی جاتی ہے اور لوگوں کی اکثریت اس کی ضد (شرک) میں واقع ہے۔



## شُرک اور اس کی قسمیں (\*)

شُرک سب سے عظیم گناہ ہے، اور دور قدیم اور جدید میں اکثر لوگ اس میں واقع ہوتے رہے ہیں، لہذا ضروری ہے کہ ہر وقت اسے لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے اور اس کے بھیا تک انجام سے ڈرایا اور متنبہ کیا جائے، بایں طور کہ اللہ سبحانہ کی توحید کی طرف دعوت دی جائے، شُرک سے روکا جائے اور اس کی قسموں کو لوگوں سے بیان کیا جائے تاکہ وہ اس سے احتراز کریں۔ خاتم الانبیاء محمد ﷺ نے مکہ و مدینہ میں اس فریضہ کو کامل ترین طریقے پر انجام دیا، لیکن اس کے باوجود علمائے سوا اور گمراہی کی طرف دعوت دینے والوں کے سبب، اور اکثریت کا اللہ کے دین سے اعراض کرنے، دین کی سمجھ نہ ہونے، حق سے بے توجہی برتنے اور شُرک و باطل کی طرف دعوت دینے والوں کے بارے میں حسن ظن رکھنے۔ مگر اللہ جس پر رحم کرے۔ کی وجہ سے دنیا اس شُرک سے بھر گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ یوسف: ۱۰۳)

”گو آپ لاکھ چاہیں لیکن اکثر لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔“

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ سبأ

۲۰: ) ”اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچ کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے

تابع دار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔“

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِن تَطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ

إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ (سورۃ الأنعام: ۱۱۶)

(\*) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۶۵/۹) للإمام ابن باز.

"اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد اقوام و امم جیسے عاد و ثمود، قوم ابراہیم، قوم شعیب، قوم لوط، اور ان کے بعد کی بقیہ قوموں کے درمیان شرک پھیل گیا اور وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی تقلید کرنے لگے، ان کا کہنا تھا کہ: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهُتَدُونَ﴾ (سورۃ الزخرف: ۲۲) "ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہیں کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔"

اور (۱) رسولوں کی دعوت کو بہت کم لوگوں نے قبول کیا اور اکثر لوگوں نے جہالت، آباء و اجداد کی تقلید، ظن و گمان اور خواہش نفس کی پیروی کرنے کی بنا پر ان کا انکار کیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ إِنَانَا أَشْهَدُوا خَلَقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَّا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهُتَدُونَ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ قَالَ أُولَئُو جُنْتُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ فَانقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ﴾ (سورۃ الزخرف: ۱۹-۲۵)

"اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا، کیا انکی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ انکی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) باز پرس کی جائے گی۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے، انہیں اسکی کچھ خبر نہیں، یہ تو صرف

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۳۱/۲-۳۳) للإمام ابن باز.

اٹکل پچو (جھوٹ باتیں) کہتے ہیں، کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی (اور) کتاب دی ہے جسے یہ مضبوط تھامے ہوئے ہیں؟ (نہیں نہیں) بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو (ایک راہ پر اور) ایک دین پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش پا کی پیروی کرنے والے ہیں (نبی نے) کہا بھی کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر (مقصود تک پہنچانے والا) طریقہ لے کر آیا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اسکے منکر ہیں جسے دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے، پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور دیکھ لے جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟"

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لات وعزی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾ (سورة النجم : ۲۳)

" دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے انکے رکھ لئے ہیں اللہ نے انکی کوئی دلیل نہیں اتاری یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً انکے رب کی طرف سے انکے پاس ہدایت آ چکی ہے -"

قرآن کریم کے اندر اس معنی کی آیتیں بہت زیادہ ہیں۔

**پہلی قسم:** شرک اکبر (۱): جو عبادت یا اس کے بعض اقسام کو غیر اللہ کے لیے انجام دینے پر مشتمل ہو، یا جو اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ امور میں سے کسی ایسی چیز کے انکار پر مشتمل ہو جس کا دین سے ہونا ضروری اور بدیہی طور پر معلوم ہو جیسے نماز اور رمضان کا روزہ، یا اللہ تعالیٰ کے حرام

(۱) "مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ" (۴۳/۱-۴۴) للإمام ابن باز.

کردہ امور میں سے کسی ایسی چیز کے انکار پر مشتمل ہو جس کا دین سے ہونا ضروری اور بدیہی طور پر معلوم ہو جیسے زنا اور شراب وغیرہ، یا خالق سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت کو حلال سمجھنے پر مشتمل ہو اور یہ کہ اللہ کے دین کے مخالف امور میں کسی مرد یا عورت جیسے کسی صدر، یا وزیر، یا عالم وغیرہ کی اطاعت کرنا جائز ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جو عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لیے انجام دینے پر مشتمل ہو جیسے اولیاء کو پکارنا، یا ان سے فریاد کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا، یا جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے، یا اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ امور میں سے کسی کو ساقط کرنے پر مشتمل ہو جیسے کہ یہ اعتقاد رکھنا کہ نماز واجب نہیں ہے، یا روزہ فرض نہیں ہے، یا استطاعت رکھنے کے باوجود حج فرض نہیں ہے، یا زکاۃ واجب نہیں ہے، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ مطلق طور پر مشروع ہی نہیں ہے، تو یہ کفر اکبر اور شرک اکبر ہے کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب پر مشتمل ہے۔

اسی طرح جو شخص دین کا استہزاء کرے اور اس کا مذاق اڑائے تو اس کا حکم بھی انہی لوگوں کی طرح ہے اور اس کا کفر بھی کفر اکبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ اَبَاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَدِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾

(سورۃ التوبۃ: ۶۵-۶۶)

" کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں، تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔"

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی معظم (قابل تعظیم) بنائی ہوئی کسی چیز کی اسے حقیر اور کمتر سمجھتے ہوئے توہین کرے، جیسے قرآن کی بے حرمتی کرنا، یا اس کی توہین کرتے ہوئے اس پر پیشاب کرنا، یا اس کو پاؤں سے روندنا یا اس پر بیٹھنا یا اسکے مشابہ توہین کی کوئی اور صورت اپنانا، تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہے، کیونکہ مذکورہ امور کی وجہ سے وہ اللہ کے شان کی تنقیص کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا ہو جائے گا، اس لیے کہ قرآن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ہے، لہذا جس شخص نے اس

کلام کی توہین کی تو دراصل وہ اللہ عزوجل کی توہین کا مرتکب ہوا۔ ان امور کو علمائے کرام نے مرتد کے حکم کے باب میں واضح کیا ہے، چنانچہ مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب (مسلمک) میں (اس کے علماء نے) ایک باب کا ذکر کیا ہے جس کا نام انہوں نے "باب حکم المرتد" رکھا ہے جس کے اندر کفر و ضلالت کے تمام انواع و اقسام کو واضح کیا ہے، اور یہ باب کافی توجہ و اہتمام کے لائق ہے، خاص طور سے موجودہ دور میں جس میں ارتداد کی قسموں کی کثرت اور بہتات ہو گئی ہے، اور اس سلسلے میں بہت سے لوگوں پر معاملہ مشتبه ہو گیا ہے۔ لہذا جو شخص کما حقہ اس کا اہتمام کرے گا، اسے اسلام کے نواقض (یعنی اس سے خارج کرنے والے امور)، ارتداد کے اقسام اور کفر و ضلالت کے انواع کی بخوبی معرفت حاصل ہو جائے گی۔

جہاں (۱) تک انبیائے کرام یا ان کے علاوہ دیگر مُردوں اور غائب لوگوں، یا جنوں، یا بتوں یا ان کے علاوہ دیگر جمادات سے فریاد طلب کرنے کی بات ہے تو یہ شرک اکبر ہے اور یہی پہلے اور بعد کے مشرکوں کا عمل ہے، لہذا اس عمل سے اللہ کے حضور توبہ کرنا اور ایک دوسرے کو اس سے باز رہنے کی وصیت اور تلقین کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ کسی شخص کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ: اے مردانِ غیب! اللہ کے واسطے کچھ دیجیے، یا اے اللہ کے اولیاء! اللہ کے واسطے کچھ کرم کیجیے، یا اے اللہ کے رسول! اللہ کے واسطے کچھ نوازش کیجیے، یا ہماری فریادرسی کیجیے، یا ہماری مدد کیجیے، یا ہمیں فتح و نصرت سے ہم کنار کیجیے۔ یہ ساری چیزیں منکر اور اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہیں؛ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۲۸/۳۱۵-۳۱۸) للإمام ابن باز.

اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات (کامیابی) سے محروم ہیں۔“  
 اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے غیر اللہ کو پکارنے کو کفر قرار دیا ہے اور ان کے اوپر  
 کامیابی سے ہم کنار نہ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ﴾ (فاطر: ۱۳-۱۴)

"یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ  
 تو بھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر  
 (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادری نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف  
 انکار کر جائیں گے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے غیر اللہ کو پکارنے کو شرک سے موسوم کیا ہے، لہذا اس سے  
 احتراز کرنا ضروری ہے۔

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الحج: ۱۸)

”اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

دوسری جگہ اللہ عز و جل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (غافر: ۶۰)

”تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔“

لہذا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو پکارا جائے گا اور صرف اسی سے دعا کی جائے گی، اور صرف وہی  
 ہے جو پریشانی کو دور فرماتا ہے اور صرف وہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نفع پہنچاتا ہے، چنانچہ مومن کو کہنا چاہیے کہ:

اے پروردگار! مجھے شفا یاب کر، اے پروردگار! میری مدد کر، اے پروردگار! مجھے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر، اے پروردگار! میرے دل اور عمل کی اصلاح فرما، اے پروردگار! مجھے اسلام کی حالت میں موت دے۔ آپ اس طرح سے اپنے رب سے دعا کریں؛ کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿إِذْ عُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ”تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔“

نیز اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾

(البقرة: ۱۸۶)

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔“

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”دعا ہی عبادت ہے۔“ [احمد، ترمذی]

لہذا مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مشروع ہے کہ کثرت سے دعا کریں اور تمام ضروریات میں اللہ عزوجل کو پکارنے اور عاجزی و فروتنی کے ساتھ اس سے دعا کرنے کے حریص بنیں، رہی بات انبیائے کرام، یا اولیاء، یا ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو ان کی قبروں کے پاس یا ان سے دور دراز جگہوں میں انہیں پکارنے کی تو یہ سب منکر ہے، اور اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے اور شرک اکبر کے قبیل سے ہے جس سے بچاؤ کرنا ضروری ہے۔

دوسری قسم: شرک اصغر (۱): ہر وہ چیز جسے قرآن و سنت کے نصوص میں شرک سے موسوم کیا

گیا ہے لیکن وہ شرک اکبر کے درجہ تک نہیں پہنچتی ہے، اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے، مثال کے طور پر: ریا و نمود اور شہرت و ناموری، جیسے کوئی شخص دکھلاوے کی خاطر قرآن کریم کی تلاوت کرے، یا ریاکاری کے لیے نماز پڑھے، یا دکھلاوے کی خاطر اللہ کی طرف دعوت دے وغیرہ۔

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۱/۳۳-۳۸) للإمام ابن باز.

چنانچہ حدیث میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمہارے اوپر سب سے زیادہ شرک اصغر سے خوف کھاتا ہوں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”وہ ریا ہے، اللہ عزوجل قیامت کے دن ریا کاروں سے فرمائے گا: دنیا میں جن لوگوں کو دکھانے کے لئے کام کرتے تھے ان کے پاس جاؤ، اور دیکھو کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ پاتے ہو؟“ (احمد)

اور شرک اصغر ہی کے قبیل سے بندہ کا: "ماشاء اللہ و شاء فلان" (جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے)، یا "لولا اللہ و فلان" (اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا)، یا "هذا من اللہ و من فلان" (یہ اللہ اور فلاں کی طرف سے ہے) کہنا ہے۔

یہ تمام چیزیں شرک اصغر میں سے ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں ہے جسے ابو داؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ حدیث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ نبی ﷺ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ((لا تقولوا: ماشاء اللہ و شاء فلان، ولكن قولوا: ماشاء اللہ ثم شاء فلان)) "تم یہ نہ کہو کہ: جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یہ کہو: جو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے۔" (ابو داؤد، احمد) اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جسے امام نسائی نے قتیلہ سے روایت کی ہے کہ یہودیوں نے نبی ﷺ کے اصحاب سے کہا کہ: تم لوگ شرک کرتے ہو، کیونکہ تم لوگ "ماشاء اللہ و شاء محمد" (جو اللہ چاہے اور محمد چاہیں) اور "والکعبۃ" (یعنی کعبہ کی قسم) کہتے ہو۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا جب وہ لوگ قسم کھانے کا ارادہ کریں تو "کعبہ کے رب کی قسم" اور "ماشاء اللہ ثم شاء محمد" (یعنی جو اللہ چاہے پھر محمد چاہیں) کہیں۔

اور نسائی ہی کی ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ بلکہ جو صرف اللہ چاہے۔ (احمد) (یعنی صرف "ماشاء اللہ" کہو)



اور اسی میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے قول ﴿فلا تجعلوا لله أندادا وأنتم تعلمون﴾ کی تفسیر میں یہ قول ثابت ہے: "اس امت میں شرک رات کی تاریکی میں کالے پتھر پر چیوٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے، اور وہ تمہارا یہ کہنا ہے کہ: اے فلان! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کی قسم، اور تمہارا یہ کہنا: اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور آ جاتے، اگر گھر میں بٹخ نہ ہوتے تو چور آ جاتے، اور آدمی کا یہ کہنا کہ: "جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، اور یہ کہنا: "اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا"، اس میں فلاں کو نہ شامل کرو، یہ سب اس کے ساتھ شرک ہے۔" (اس کو ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

تو یہ اور اس کے مشابہ چیزیں شرک اصغر کی قبیل سے ہیں، اور اسی طرح غیر اللہ کی قسم کھانا جیسے کعبہ، انبیاء، امانت، فلاں کی زندگی اور فلاں کے شرف کی قسم کھانا وغیرہ، تو یہ شرک اصغر میں سے ہیں، جیسا کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔" (احمد)

نیز امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے کفر یا شرک کیا۔" (ابوداؤد، ترمذی، احمد)

### شرک اصغر، شرک اکبر کب ہو جاتا ہے؟

آدمی کے دل میں موجود اعتقاد کے مطابق شرک اصغر کبھی کبھار شرک اکبر ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر نبی، یا بدوی، یا فلاں شیخ وغیرہ کی قسم کھانے والے کے دل میں یہ اعتقاد قائم ہو کہ وہ (شخص جس کی قسم کھائی گئی ہے) اللہ کے مانند ہے، یا اللہ کے ساتھ اس کو پکارا جاسکتا ہے، یا وہ کائنات میں اللہ کے ساتھ تصرف کرتا ہے وغیرہ، تو اس عقیدہ کی وجہ سے وہ شرک اکبر ہو جائے گا، البتہ اگر غیر اللہ کی قسم کھانے والے کا یہ قصد نہ ہو، بلکہ بغیر اس قصد کے اس کی زبان پر جاری ہو گیا ہے

کیونکہ یہ اس کی عادت بنی ہوئی تھی، تو یہ شرک اصغر ہوگا۔

## شرک خفی:

اس کے علاوہ شرک کی ایک صورت اور بھی ہے جسے شرک خفی کہا جاتا ہے، بعض اہل علم نے اس کو ایک تیسری قسم شمار کیا ہے اور اس پر دلیل ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے پکڑی ہے: ”کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے اوپر دجال کے فتنہ سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟“ تو صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ شرک خفی ہے: آدمی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور کسی آدمی کو اپنی طرف نظر کرتے ہوئے دیکھ کر اپنی نماز کو خوب سنوار کر پڑھتا ہے۔“ (ابن ماجہ، احمد)

درست بات یہ ہے کہ یہ شرک کی ایک تیسری قسم نہیں ہے، بلکہ یہ شرک اصغر ہی میں سے ہے، اور کبھی یہ مخفی ہوتی ہے کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہوتا ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، اور جیسے کہ وہ شخص ہے جو دکھلاوے کیلئے قرآن کی تلاوت کرتا ہے، یا دکھلاوے کیلئے نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، یا دکھلاوے کے لیے جہاد کرتا ہے، وغیرہ۔

اور کبھی شرعی حکم کے اعتبار سے بعض لوگوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے جیسے کہ وہ قسمیں جو ابن عباس کی حدیث میں گزر چکی ہیں۔

اور کبھی یہ شرک خفی (پوشیدہ) ہوتی ہے جبکہ وہ شرک اکبر میں سے ہوتی ہے، جیسے منافقین کا اعتقاد... کیونکہ وہ اپنے ظاہری اعمال لوگوں کو دکھاتے ہیں اور ان کا کفر مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے اسے وہ ظاہر نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَآؤُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مُّذَبِّبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿﴾ (سورة النساء: ۱۴۲-۱۴۳)

”بے شک منافق اللہ سے چال بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا۔“

منافقین کے کفر و یا کاری کے سلسلے میں اور بہت ساری آیتیں ہیں، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ شرک خفی شرک کی سابقہ دونوں قسموں: شرک اکبر اور شرک اصغر سے خارج نہیں ہے، اگرچہ اس کا نام خفی رکھ دیا گیا ہے، کیونکہ شرک کبھی پوشیدہ (خفی) ہوتی ہے اور کبھی کھلی اور ظاہر (جلی) ہوتی ہے۔

شرک جلی: جیسے مردوں کو پکارنا، مردوں سے فریاد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا، وغیرہ۔  
شرک خفی: جو منافقین کے دلوں میں پایا جاتا ہے، وہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، لوگوں کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں، حالانکہ وہ باطن میں کافر ہوتے ہیں، بتوں اور پتھروں کی عبادت کو جائز سمجھتے ہیں، اور وہ مشرکوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ تو یہی شرک خفی ہے، کیونکہ یہ دلوں کے اندر (پوشیدہ) ہوتا ہے۔

## ہمارا عقیدہ (\*)

ہمارا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کی اچھائی اور برائی (کے اللہ کی طرف سے ہونے) پر ایمان رکھنا ہے۔

### ایمان باللہ (اللہ پر ایمان):

✽ ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ صرف وہی پالنے والا، پیدا کرنے والا، بادشاہ اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔

✽ اور ہم اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ صرف وہی معبود برحق ہے اور اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔

✽ اور ہم اس کے اسماء و صفات پر بھی ایمان رکھتے ہیں یعنی یہ کہ: اچھے نام اور بلند و کامل صفات صرف اسی کے لیے مخصوص ہیں۔

✽ اور ہم ان سبھی امور میں اس کے یکتا و یگانہ ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی یہ کہ اس کی ربوبیت، اس کی الوہیت اور اس کے اسماء و صفات میں اس کا کوئی شریک و مساجھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾ (مریم: ۶۵)

”آسمانوں کا، زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب وہی ہے، تو اسی کی بندگی کر اور اس کی عبادت پر جم جا۔ کیا تیرے علم میں اس کا ہمنام (ہم پلہ) کوئی اور بھی ہے؟“ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ:

(\*) ”عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ“ للإمام ابن تیمیہ۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ [البقرة: ۲۵۵]

”اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔“

اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ:

﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [الحشر: ۲۲-۲۴]

”وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا، مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زور آور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہی ہے اللہ پیدا کرنے والا وجود بخشنے والا، صورت بنانے والا، اسی کے لئے نہایت اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور وہی

غالب حکمت والا ہے۔“

اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے:

﴿يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يُهَبُّ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَّا تُؤْتَوْنَ بِهِمْ لِمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ كَرَاهًا وَ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنثَاءً وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ [الشورى: ۴۹-۵۰]

”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جس چاہے بیٹے دیتا ہے۔ یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَسْطُرُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الشورى: ۱۱-۱۲]

”اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سنے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں، جس کی چاہے روزی کشادہ کر دے اور تنگ کر دے، یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

✽ ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ [ہود: ۶]

”زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں، وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔“

✽ اور ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ

وَرَقَةً إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿

[الانعام: ۵۹]

”اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں (خزانے)، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندروں میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانا زمین کے تارک حصوص میں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔“

✽ اور ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي

نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿

[لقمان: ۳۴]

”بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ وہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا، (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ جو چاہے جب چاہے اور جیسے چاہے کلام کرتا ہے:

﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ﴿ [النساء: ۱۶۴]

”اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے صاف طور پر کلام کیا۔“

﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ﴿ [الأعراف: ۱۴۳]

”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے (مقرر کردہ) وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان

سے باتیں کیں۔“

﴿ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴾ [مریم: ۵۲]

”ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے ندا کی اور رازگوئی کرتے ہوئے انہیں قریب کر لیا۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ:

﴿ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لَّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ﴾ [الكهف: ۱۰۹]

”کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔“

﴿ وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [لقمان: ۲۷]

”روئے زمین کے (تمام) درختوں کے اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں، تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بیشک اللہ تعالیٰ غالب اور با حکمت ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ کے کلمات خبروں میں سچائی، احکام میں عدل و انصاف اور باتوں میں حسن و جمال کے لحاظ سے تمام کلمات سے کامل ترین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ﴾ [الأنعام: ۱۱۵]

”آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔“

﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴾ [النساء: ۸۷]

”اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔“

✽ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، جس کے ذریعہ اس نے حقیقی طور پر کلام کیا اور اسے جبرائیل پر القاء کیا، پھر جبرائیل نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر



پراتارا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ﴾ [النحل: ۱۰۲]

”کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے روح القدس (جبریل) حق کے ساتھ لے کر

آئے ہیں۔“

مزید فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴾ [الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵]

”اور بے شک و شبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے

کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں، صاف عربی

زبان میں ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ عزوجل اپنی ذات و صفات کے ساتھ اپنی مخلوق پر بلند و بالا

ہے؛ کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ [البقرة: ۲۲۵]

”وہ تو بہت بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔“

﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ [الأنعام: ۱۸]

”اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر

رکھنے والا ہے۔“

✽ اور ہمارا ایمان ہے کہ:

﴿ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ﴾

[یونس: ۳]

”اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب: یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ اس پر ایسے مخصوص طریقے پر بلند و بالا ہے جو اس کی عظمت و جلال کے شایان شان ہے، اس (کے علو) کی کیفیت کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہوتے ہوئے اپنی مخلوق کے ساتھ ہے، ان کے احوال کو جانتا، ان کی باتوں کو سنتا، ان کے افعال کو دیکھتا اور ان کے امور کی تدبیر کرتا ہے، فقیر کو روزی مہیا کرتا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا (کنز و کوقوت بخشتا) ہے، جسے چاہے بادشاہت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے، جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کرتا ہے، ہر قسم کی بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جس ذات کی یہ شان ہو، وہ حقیقی طور پر اپنی مخلوق کے ساتھ ہوگا، اگرچہ وہ حقیقی طور پر ان کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔

جیسا کہ فرمان الہی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشوری: ۱۱]

”اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

اور ہم جہمیہ کے فرقہ حلو لیا اور اس کے علاوہ دوسرے گمراہ فرقوں کی طرح نہیں کہتے کہ: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے ساتھ زمین میں ہے۔

اور ہماری رائے میں ایسا کہنے والا کافر یا گمراہ ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایسے ناقص و عیوب سے متصف کیا ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

✽ اور ہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو جب اس کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو آسمان دنیا پر نزول فرما کر کہتا ہے:

((من يدعوني فأستجيب له؟ من يسألني فأعطيه؟ من يستغفرني فأغفر له))

”کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں۔“ (متفق علیہ)

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لئے جلوہ افروز ہوگا، کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذُّكْرَى﴾ [الفجر: ۲۱-۲۳]

”یقیناً جب زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی، اور تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے) اور جس دن جہنم بھی لائی جائے گی، اس دن انسان کو سمجھ آئے گی مگر آج اس کے سمجھنے کا فائدہ کہاں؟“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ:

﴿فَعَالٌ لَّمَّا يَرِيدُ﴾ [البروج: ۱۶]

”جو چاہے اسے کر گزرنے والا ہے۔“

✽ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- ارادہ کوئی: یہ بہر صورت واقع ہو کر رہتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کی مراد اللہ کو پسند بھی

ہو، اور یہی ارادہ مشیت کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتُلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ [البقرة: ۲۵۳]

”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [ہود: ۳۴]

”تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی، گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں، بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو، وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔“

۲- ارادہ شرعیہ:

اس کا وقوع پذیر ہونا ضروری نہیں مگر اس کی مراد اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ﴾ [النساء: ۲۷]

”اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے۔“

✽ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اور شرعی مراد اس کی حکمت کے تابع ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کوئی طور پر جس چیز کا بھی فیصلہ فرمایا ہے یا اپنی مخلوق سے شرعی طور پر عبادت کا تقاضا کیا ہے، وہ کسی نہ کسی حکمت کے ماتحت ہے اور اللہ کی حکمت کے عین مطابق ہے، خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا ہماری عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر رہیں۔ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے):

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ ﴾ [التين: ۸]

”کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟“

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ [المائدہ: ۵۰]

”یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟“  
 ❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء سے محبت کرتا ہے اور وہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۳۱]  
 ”کہہ دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔“

اور فرمایا:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ [المائدة: ۵۴]  
 (اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے) تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔“  
 اور فرمایا:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶]  
 ”اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو (بہی) چاہتا ہے۔“

﴿وَأَقْسَطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ [الحجرات: ۹]  
 ”اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ [البقرة: ۱۹۵]  
 ”اور سلوک و احسان کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

❁ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے جو اعمال و اقوال مشروع قرار دیے ہیں، انہیں وہ پسند کرتا ہے اور جن سے روکا ہے، انہیں وہ ناپسند کرتا ہے:

﴿ إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ [الزمر: ۷]

”اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ تم (سب سے) بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا۔“  
اور فرمایا:

﴿ وَلَكِنَّ كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاتَهُمْ فَتَبَطَّحَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴾ [التوبة: ۴۶]

”لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم بیٹھنے والوں کیساتھ بیٹھے رہو۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے:

﴿ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ حَشِيَ رَبَّهُ ﴾ [البينة: ۸]

”اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے، یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔“

✽ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: جو غضب الہی کا مستحق ہے جیسے کفار وغیرہ ان پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے:

﴿ الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السُّوءَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السُّوءِ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ﴾ [الفتح: ۶]

”جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں رکھنے والے ہیں۔ (در اصل انہیں) پر برائی کا پھیرا ہے، اللہ ان پر ناراض ہوا۔“

اور فرمایا: ﴿ وَلَكِنَّ مَن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ [النحل: ۱۰۶]

”مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔“

✽ اور ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا جلال و اکرام سے متصف چہرہ ہے:

﴿ وَيَقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ [الرحمن: ۲۷]

”صرف تیرے رب کا چہرہ جو عظمت اور عزت والا ہے باقی رہ جائے گا۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے دو کرم نواز عظیم ہاتھ ہیں، جیسا کہ ارشاد بانی ہے:

﴿ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ﴾ [المائدة: ۶۴]

”بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔“

مزید فرمایا: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [الزمر: ۶۷]

”اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے

دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور

برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔“

✽ ہم اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان

ہے:

﴿ وَأَصْنَعُ الْفُلُكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحِينَا ﴾ [ہود: ۳۷]

”اور کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((حجابہ النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه..))

(رواہ مسلم)

”اس (اللہ) کا پردہ نور ہے، اگر اسے ہٹا دے تو اس کے چہرہ کی تجلیات حدنگاہ تک اس کی مخلوق کو جلا کر خاکستر کر دیں۔“ (مسلم)

نیز اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں، جس کی تائید جال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

«إنه أعور وإن ربكم ليس بأعور.» (متفق علیہ)

”وہ کا نا (یعنی ایک آنکھ والا) ہے اور تمہارا پروردگار اس عیب سے پاک ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

﴿لَا تَدْرِيكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ [الأنعام: ۱۰۳]

”اس (اللہ) کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی، اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا

باریک بین باخبر ہے۔“

✽ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: قیامت کے روز مومن لوگ اپنے رب کے دیدار سے سرفراز ہوں

گے: ﴿وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ﴾ [القيامة: ۲۲-۲۳]

”اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھتے ہو گئے۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کا اس کے صفات کمال کی وجہ سے کوئی ہم نظیر اور ہم

مثال نہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ [الشورى: ۱۱]

”اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: ﴿لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ [البقرة: ۲۵۵]

”اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔“ کیونکہ وہ کمال حیات و قومیت سے متصف ہے۔

✽ اور ہمارا ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل و انصاف کی بنا پر کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اپنے

کمال علم و احاطہ اور نگرانی کی بنا پر اپنے بندوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔



✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کو اس کے کمال علم اور قدرت کاملہ کے سبب آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی چیز عاجز نہیں کر سکتی:

﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴾ [یس: ۸۲]

”وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔“

اور یہ کہ اس کی کمال قوت کی بنا پر اسے تھکان لاحق نہیں ہوتی ہے: ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ﴾ [ق: ۳۸]

”یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کو (صرف) چھ دن میں پیدا کر دیا اور ہمیں تھکان نے چھوا تک نہیں۔“

✽ نیز ہر وہ اسماء و صفات جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ثابت کیے ہیں یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ثابت کیے ہیں، ہم ان کے ثابت ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن ہم دو بڑی غلطیوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور وہ دونوں تمثیل اور تکلیف ہیں:

**تمثیل:** یہ ہے کہ اپنے دل یا زبان سے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات مخلوق کی صفات کے مانند ہیں۔

**تکلیف:** یہ ہے کہ اپنے دل یا زبان سے یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات ایسے اور ایسے ہیں۔

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات سے نفی کی ہے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نفی کی ہے، اس سے وہ بری ہے، اور یہ کہ وہ نفی اس کے ضد کے کمال کو ثابت کرنے پر مشتمل ہے۔ اور جس سے اللہ اور اس کے رسول نے سکوت اختیار کیا ہے، ہم اس سے خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

اور ہم اسی راہ کو اختیار کرنا فرض اور ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت فرمایا ہے یا اپنے آپ سے اس کی نفی کی ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں خبر دی ہے، اور وہ اپنی ذات کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا، سب سے سچی بات اور سب سے بہترین بیان والا ہے، اور بندے اس کو اپنے احاطہ علم میں نہیں لاسکتے۔

اور جس چیز کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ثابت کیا ہے یا اس سے نفی کی ہے تو یہ رسول نے اس کے بارے میں خبر دی ہے، اور وہ لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب کے بارے میں علم رکھنے والے، نیز مخلوق میں سب سے زیادہ خیر خواہ، سب سے زیادہ راست گو اور سب سے زیادہ فصیح زبان تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مکمل علم، سچائی اور بیان موجود ہے، لہذا اس کا انکار کرنے یا اسے قبول کرنے میں تردد کرنے کا کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔

## فصل

ہم نے اللہ تعالیٰ کے جن صفات کا تفصیلی یا اجمالی طور پر، نفی یا اثبات میں تذکرہ کیا ہے، اس سلسلے میں ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پر اعتماد کرنے والے ہیں، نیز اس امت کے علمائے سلف اور ان کے بعد ائمہ رشد و ہدایت کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

اور ہم اس سلسلے میں کتاب و سنت کے نصوص کو ان کے ظاہری مفہوم پر جاری کرنا اور انہیں اللہ عزوجل کے شایان شان ان کی حقیقت پر محمول کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اور ہم کتاب و سنت کے نصوص میں تحریف کرنے والوں کے طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو ایسے معانی کی طرف پھیر دیا جو اللہ اور اس کے رسول کی مراد کے خلاف ہیں۔

نیز کتاب و سنت کے نصوص کو معطل (بے معنی) قرار دینے والوں کے طرز عمل سے بیزاری ظاہر

کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو ان کے اس مدلول (معنی) سے معطل (خالی) قرار دیا جو اللہ اور اس کے رسول نے مراد لیا ہے۔

نیز ہم کتاب و سنت کے نصوص میں غلو سے کام لینے والوں کے طرز عمل سے بھی براءت کا اعلان کرتے ہیں جنہوں نے ان نصوص کو تمثیل (مخلوق سے مشابہت) پر محمول کیا ہے یا بہ تکلف ان کے مدلول کی کیفیت بیان کی ہیں۔

اور ہم یہ یقینی علم رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی کتاب یا اس کے نبی ﷺ کی سنت میں وارد ہوا ہے، وہ سنی برحق ہے اور اس کے اندر آپس میں کسی قسم کا کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾

[النساء: ۸۲]

”کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔“

نیز اس لیے کہ خبروں میں باہمی تعارض و تضاد پائے جانے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تکذیب کرتا ہے، جبکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر میں اس کا پایا جانا محال ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ کی سنت میں یا ان دونوں کے مابین تناقض و تضاد کا دعویٰ کرتا ہے، تو یہ اس کی بدیہتی اور اس کے دل کی کجی (بے راہ روی) کی وجہ سے ہے۔ لہذا اسے چاہیے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنی گمراہی اور کج روی سے باز آجائے۔

اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یا اس کے رسول ﷺ کی سنت میں یا ان دونوں کے مابین تناقض و تضاد کا وہم ہے، تو یہ بات اس کے علم کی کمی یا اس کی کوتاہ فہمی، یا اس کے تدبر اور غور

فکر و میں تقصیر کے باعث ہے۔ لہذا ایسے شخص کو علم کی جستجو کرنی چاہیے اور خوب تدبر اور غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ اس پر حق آشکارا ہو جائے۔ پھر بھی اگر اس کے لیے حق واضح نہ ہو تو اسے اس کے جانکار کے سپرد کر دینا چاہیے اور اپنے توہم سے باز رہنا چاہیے، اور اسے پختہ و راسخ علم والے لوگوں کی مانند یوں کہنا چاہیے کہ:

﴿ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ﴾ [آل عمران: ۷]

”ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔“

اور اسے خوب اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ کتاب و سنت میں اور نہ ان دونوں کے مابین کوئی اختلاف اور تناقض و تضاد نہیں ہے۔

### فرشتوں پر ایمان:

﴿ ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ:

﴿ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴾ [الانبیاء: ۲۶]

”وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں۔ کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا ہے، پس وہ ہمہ وقت اس کی عبادت کو انجام دینے اور اس کے حکم کی تابعداری کرنے میں لگے رہتے ہیں:

﴿ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾

[الانبیاء: ۱۹-۲۰]

”وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہماری آنکھوں سے اوجھل کر رکھا ہے، اسی لئے ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔

بسا اوقات اللہ تعالیٰ انہیں اپنے کچھ بندوں کیلئے ظاہر بھی کر دیتا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی حقیقی شکل میں دیکھا، ان کے چھ سو پر تھے اور انہوں نے افق کو ڈھانپ رکھا تھا، اسی طرح جبرائیل علیہ السلام ایک دفعہ مریم علیہا السلام کے پاس ایک کامل بشر کی صورت میں آئے تھے تو مریم علیہا السلام نے ان سے گفتگو کی اور انہوں نے بھی ان سے کلام کیا۔ نیز ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس ایک ایسے شخص کی شکل میں تشریف لائے تھے جو نہ جانا پہچانا لگتا تھا اور نہ ہی اس پر سفر کے آثار دکھائی دیتے تھے، جس کا لباس انتہائی سفید اور بال انتہائی سیاہ تھا۔

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: فرشتوں کو کچھ ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں جنہیں وہ سرانجام دیتے

ہیں۔

چنانچہ انہیں میں سے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے جس پر وہ چاہے وحی لے کر نازل ہونے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے میکائیل علیہ السلام ہیں جو بارش برسانے اور کھیتی اگانے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے اسرافیل علیہ السلام ہیں جو (قیامت کے موقع پر) لوگوں کے بہوش ہونے اور

دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت صور پھونکنے پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے ملک الموت میں ہیں جو موت کے وقت لوگوں کی روحیں قبض کرنے پر مامور

ہیں۔

انہیں میں سے ملک الجبال ہیں جو پہاڑوں پر مامور ہیں۔

انہیں میں سے ایک کا نام مالک ہے جو جہنم کے داروغہ ہیں۔

انہیں میں سے کچھ فرشتے رحم مادر میں بچوں (جنین) کے امور پر مقرر ہیں، اور کچھ فرشتے بنی

آدم کی حفاظت پر مامور ہیں۔ نیز کچھ دوسرے فرشتے بنی آدم کے اعمال درج کرنے پر متعین ہیں،

ہر شخص پر دو فرشتے مقرر ہیں:

﴿عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشَّمَالِ قَعِيدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

[ق: ۱۷-۱۸]

”ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔“

کچھ دوسرے فرشتے میت کو اس کے مقام پر پہنچا دیے جانے کے بعد اس سے سوال کرنے پر مقرر ہیں، (جب اسے قبر کے سپرد کر دیا جاتا ہے) تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے متعلق سوال کرتے ہیں، پس:

﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ

الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ [ابراہیم: ۲۷]

”ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔“

اور انہیں میں سے بعض فرشتے اہل جنت پر مامور ہیں:

﴿يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

[الرعد: ۲۳-۲۴]

”ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آسمان میں ”بیت معمور“ میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس میں نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر وہ اس میں دوبارہ نہیں لوٹتے ہیں۔

## کتابوں پر ایمان:

✽ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہان والوں پر حجت قائم کرنے اور عمل کرنے والوں کے لئے شاہراہ کے طور پر اپنے رسولوں پر کتابیں نازل فرمائی ہیں جن کے ذریعہ وہ انبیائے کرام لوگوں کو حکمت کی تعلیم دیتے اور ان کا تزکیہ نفس کرتے رہے ہیں۔

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کے ساتھ ایک کتاب نازل فرمائی ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

[الحديد: ۲۵]

”یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔“

✽ ہم ان کتابوں میں سے مندرجہ ذیل کے بارے میں علم رکھتے ہیں:

۱- تورات: جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا، اور یہ بنی اسرائیل کی سب سے عظیم کتاب ہے:

﴿فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّاتِيُّونَ وَالْأَحْبَابُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾ [المائدہ: ۴۴]

”جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے (انبیاء علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔“

۲- انجیل: اسے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، یہ تورات کی تصدیق اور اس کی تکمیل کرنے والی تھی۔

﴿ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى  
وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ [المائدة: ٤٦]

”اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت ہے اور اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی، دوسرا اس میں ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے۔“

﴿ وَلَا جَلَّ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ [آل عمران: ٥٠]  
”اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئیں۔“  
۳- زبور: جو اللہ نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

۴- ابراہیم اور موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے۔

۵- قرآن عظیم: جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا:

﴿ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ﴾ [البقرة: ١٨٥]

”جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں“

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ ﴾ [المائدة: ٤٨]

”جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے تمام کتب سابقہ کو منسوخ کر دیا اور اس کے ساتھ کھلوڑ کرنے والوں کے کھلوڑ اور تحریف کرنے والوں کی کج روی سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے لی:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر: ٩]

”ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

کیونکہ یہ قرآن تا قیامت تمام مخلوق پر بطور حجت باقی رہے گا۔

جہاں تک سابقہ کتابوں کا تعلق ہے تو وہ ایک خاص مدت تک کیلئے ہوا کرتی تھیں جو ان کتب کو



منسوخ کرنے والی اور ان میں رونما ہونے والی تحریف اور رد و بدل کی وضاحت کرنے والی کتاب کے نزول پر ختم ہو جاتی تھیں۔ اسی لیے وہ کتابیں تحریف اور رد و بدل سے محفوظ نہ تھیں، بلکہ ان میں تحریف اور کمی و بیشی واقع ہوئی تھی:

﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيْشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ [البقرة: ۷۹]

”ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ہلاکت اور افسوس ہے۔“

### رسولوں پر ایمان:

﴿ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی جانب رسولوں کو مبعوث فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِقَالِ الْإِنسَانِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء: ۱۶۵]

”ہم نے انہیں رسول بنا یا، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے، اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔“

﴿ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ ان رسولوں میں سب سے پہلے نوح علیہ السلام اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ﴾ [النساء: ۱۶۳]

”یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد

والے نبیوں کی طرف کی۔“

نیز فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾

[الاحزاب: ۴۰]

”(لوگو) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔“

تمام انبیائے کرام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ ہے اور انہی انبیائے کرام کا بطور خاص اس آیت میں تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا﴾ [الاحزاب: ۷]

”جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے، اور ہم نے ان سے (پکا اور) پختہ عہد لیا۔“

✽ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ان تمام صاحب فضل رسولوں کی شریعتوں کے مجموعی فضائل کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ [الشورى: ۱۳]

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: تمام رسول بشر اور مخلوق ہیں، ان میں ربوبیت کی خصائص میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے:

﴿وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ﴾

[ہود: ۳۱]

”میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا، نہ یہ میں کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں:

﴿لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ﴾

[الانعام: ۵۰]

”نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔“

نیز حکم دیا کہ آپ یہ بھی فرمادیں:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ

مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ [الجن: ۲۱-۲۲]

”کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا

نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پاسکتا۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ تمام انبیاء اللہ کے بندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت سے

مشرف فرمایا اور ان کے بلند ترین مقام اور ان کی مدح سرائی کے سیاق میں انہیں عبدیت سے

متصف کیا ہے:

چنانچہ پہلے رسول نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:  
﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾ [الإسراء: ۳]  
”اے ان لوگوں کی اولاد! جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کر دیا تھا، وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار  
بندہ تھا۔“

اور آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:  
﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ۱]  
”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے  
لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔“

نیز دیگر رسولوں کے بارے میں فرمایا:  
﴿وَإِذْ كُرَّ عِبَادَنَا لِإِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولَى الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ﴾ [ص: ۴۵]  
”ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو  
ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔“

﴿وَإِذْ كُرَّ عِبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ [ص: ۱۷]  
”اور ہمارے بندے داود (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع  
کرنے والا تھا۔“

نیز حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:  
﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ [الزخرف: ۵۹]  
”عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل  
کے لئے نشان قدرت بنایا۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے ذریعہ نبوت

ورسالت کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور آپ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
وَكَوَلَّمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [الاعراف: ۱۵۸]

”آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں پر اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔“

✽ اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت ہی وہ دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص سے اس کے سوا کوئی دوسرا مذہب قبول نہیں کرے گا؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [آل عمران: ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔“

اور فرمایا:

﴿ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾

[المائدة: ۳]

”آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔“

﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

[آل عمران : ۸۵]

”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔“

✽ اور ہمارا یہ نظریہ ہے کہ جو آدمی آج یہ گمان کرتا ہے کہ دین اسلام کے ماسوا یہودیت یا عیسائیت یا ان کے علاوہ کوئی اور دین اللہ کے ہاں مقبول ہے، تو وہ کافر ہے، اس سے توبہ کرائی جائے گی، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک، ورنہ بصورت دیگر اسے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا؛ کیونکہ وہ قرآن کو جھٹلانے والا ہے۔

✽ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تمام انسانوں کے لیے عام ہونے کا انکار کیا تو اس نے تمام رسولوں کا انکار کیا، حتیٰ کہ وہ اپنے اس پیغمبر کا بھی منکر ٹھہرا جس پر ایمان رکھنے اور اس کا اتباع کرنے کا وہ دعوے دار ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴾ [الشعراء: ۱۰۵]

”قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں قوم نوح علیہ السلام کو تمام رسولوں کا جھٹلانے والا قرار دیا ہے جبکہ نوح سے قبل کوئی رسول نہیں تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴾ [النساء: ۱۵۰-۱۵۱]

”جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان

ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جو کوئی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اجماع امت کی تکذیب کرنے والا ہے۔

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے علم، دعوت اور مومنوں کی ولایت و سرپرستی میں آپ کی جانشینی کی، اور یہ کہ ان میں افضل ترین اور خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ابو بکر، پھر عمر بن الخطاب، پھر عثمان بن عفان اور پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔

جس طرح کہ فضیلت میں ان کا رتبہ تھا اسی طرح خلافت میں بھی ان کو رتبہ اور مقام حاصل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر القرون پر کسی ایسے آدمی کو سرپرست (خلیفہ) نہیں بنا سکتا، جبکہ ان کے مابین اس سے بہتر اور خلافت کا زیادہ حقدار آدمی موجود ہو۔

✽ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: ان میں سے کسی مفضول (یعنی کم فضیلت والے خلیفہ) میں کوئی ایسی نمایاں خصوصیات پائی جاسکتی ہے جس کے اندر وہ اپنے سے افضل پر فائق ہو سکتا ہے، لیکن اس کے سبب وہ اپنے سے افضل خلیفہ پر مطلق فضیلت و برتری کا مستحق نہیں ہو سکتا، کیونکہ فضیلت و برتری کے اسباب بہت زیادہ اور متعدد نوعیت کے ہیں۔

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: یہ امت تمام امتوں سے بہتر اور اللہ کے نزدیک سب سے معزز و مکرم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

بِاللَّهِ ﴾ [آل عمران: ۱۱۰]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: اس امت کے سب سے بہترین لوگ صحابہ کرام، پھر تابعین عظام، اور پھر تبع تابعین کرام ہیں۔

اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ اس امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم (غالب) رہے گا، ان کی حمایت چھوڑ دینے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا ان کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ (یعنی قیامت) آجائے۔

✽ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے مابین جن فتنوں کا ظہور ہوا وہ تاویل کی بنا پر رونما ہوا جس میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا تھا، لہذا ان میں سے جس کا اجتہاد درست تھا اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جس کا اجتہاد غلط تھا وہ ایک اجر کا مستحق ہے اور اس کی خطا معاف ہے۔

✽ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ناگوار باتوں کے ذکر سے اجتناب کرنا ضروری ہے، چنانچہ ہم ان کا تذکرہ ان کی شایان شان مدح و ستائش کے ذریعہ ہی کریں اور ان میں سے کسی کے متعلق بھی کینہ و کپٹ سے اپنے دل کو پاک و صاف رکھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾ [الحديد: ۱۰]

”تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق ارشاد فرمایا:



﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر: ۱۰]

”اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں، جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“

### یومِ آخرت پر ایمان:

﴿ اور ہمِ آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ وہی روز قیامت ہے جس کے بعد کوئی اور دن نہیں ہے، جس وقت کہ لوگوں کو یا تو نعمتوں کے گھر میں، یا دردناک عذاب کے گھر میں ہمیشہ رہنے کے لیے دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

﴿ چنانچہ ہم بعث بعد الموت (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے) پر ایمان رکھتے ہیں، اور یہ کہ جب اسرافیل علیہ السلام صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے تو اللہ تعالیٰ مردوں کو پھر سے زندہ فرمائے گا:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَبَقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴾ [الزمر: ۶۸]

”اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔“

چنانچہ تمام لوگ اپنی قبروں سے نکل کر ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنے کے رب العالمین کے سامنے حاضر ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعُدًّا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾ [الأنبياء: ۱۰۴]

”جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے۔“

✽ نیز ہم اعمال نامے پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ دائیں ہاتھ میں یا پھر پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے:

﴿ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مُسْرُورًا وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وِرَاءَ ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿۱۲﴾ [الانشقاق: ۷-۱۲]

”تو (اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، اس کا حساب تو بڑی آسانی سے لیا جائے گا اور وہ اپنے اہل کی طرف ہنسی خوشی لوٹ آئے گا، ہاں جس شخص کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا، تو وہ موت کو بلانے لگے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔“

مزید فرمایا: ﴿ وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْمَنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا أَفْرَأُ كِتَابِكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿۱۳﴾ [الإسراء: ۱۳-۱۴]

”ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے اوپر کھلا ہوا پائے گا۔ لے! خود ہی اپنی کتاب آپ پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے۔“

✽ اور ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ: قیامت کے دن میزان (ترازو) رکھا جائے گا (جس میں اعمال کا وزن کیا جائے گا) اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا: ﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾ [الزلزال: ۷-۸]

”پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔“

﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ  
 حَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ تَلْفَحُ وُجُوهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴾  
 [المؤمنون: ۱۰۲-۱۰۴]

”جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے۔ اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ  
 ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ جہنم واصل ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلکتی رہے  
 گی، اور وہ وہاں بد شکل بنے ہوئے ہوں گے۔“

﴿ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ مِّثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ  
 لَا يُظْلَمُونَ ﴾ [الأنعام: ۱۶۰]

”جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے، جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس  
 کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔“

اور ہمارا اس شفاعت عظمیٰ پر بھی ایمان ہے جس کا اعزاز صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 حاصل ہے، جب لوگ ناقابل برداشت رنج و کرب سے دوچار ہوں گے تو سب سے پہلے آدم علیہ  
 السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام، پھر عیسیٰ علیہ السلام یہاں  
 تک کہ آخر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے، اس وقت آپ ﷺ اللہ  
 تعالیٰ کی اجازت سے اس کے پاس سفارش کریں گے کہ وہ اپنے بندوں کے مابین فیصلہ فرمائے۔

✽ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ: جو گنہگار مومن جہنم میں داخل ہوئے ہوں گے ان کو اس سے  
 نکلوانے کے لیے بھی آپ ﷺ سفارش کریں گے، اور یہ شفاعت آپ کے علاوہ دوسرے  
 انبیائے کرام، مومنوں اور فرشتوں کو بھی حاصل ہوگی۔

نیز اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی بعض جماعتوں کو بنا کسی کی شفاعت کے محض اپنے فضل و رحمت سے  
 جہنم سے نکالے گا۔

✽ اور ہمارا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر بھی ایمان ہے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوگا، اس کی لمبائی اور چوڑائی، ایک ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگی اور اس کے آنچورے خوبصورتی اور کثرت تعداد میں آسمان کے تاروں کی مانند ہوں گے، آپ کی امت کے مومن لوگ اس پر وارد ہوں گے، جس نے اسے ایک مرتبہ پی لیا وہ پھر کبھی پیسا نہ ہوگا۔

✽ اور ہم جہنم کے اوپر نصب کیے گئے پل صراط پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس پر لوگ اپنے اعمال کے حساب سے گزریں گے، چنانچہ سب سے پہلے لوگ برق رفتاری سے گزریں گے، پھر ہوا کی مانند، پھر پرندوں کی طرح اور بعض دوڑتے ہوئے گزر جائیں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہوئے ”یا رب سلّم سلّم“ (اے میرے پروردگار سلامت رکھ سلامت رکھ) کہہ رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بندوں کے اعمال گزرنے کے لئے ناکافی ہونگے تو وہ پیٹ کے بل ریگتے ہوئے گزریں گے، اور پل صراط کے دونوں جانب آنکس لٹکے ہوئے ہوں گے جو لوگوں کو دھڑپکڑنے پر مامور ہوں گے، جن کے بارے میں حکم ہوگا انہیں پکڑ لیں گے، چنانچہ کچھ لوگ ان کی خراشوں سے زخمی ہو کر گزر جائیں گے جبکہ کچھ دوسرے جہنم میں گر جائیں گے۔

✽ اور اس دن کی خبروں اور اس کی ہولناکیوں کے بارے میں جو کچھ بھی کتاب و سنت میں وارد ہوا ہے، ہم ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر ہماری مدد فرمائے۔

✽ اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنتیوں کی جنت میں داخلہ کے لیے سفارش کریں گے۔ اور یہ فضیلت نبی ﷺ کے لیے مخصوص ہے۔

✽ ہم جنت و جہنم پر بھی ایمان رکھتے ہیں، جنت نعمتوں کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور پرہیزگار بندوں کیلئے تیار فرمایا ہے، اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔

ارشاد الہی ہے: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

[السجدة: ۱۷]

”کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، وہ جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔“

اور جہنم عذاب کا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے، جس میں ایسے عبرتناک عذاب اور سزائیں ہیں جن کا دل میں خیال بھی نہیں گذرا ہوگا:

﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَعِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ [الكهف: ۲۹]

”ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے انہیں گھیر لیں گے، اگر وہ فریادری چاہیں گے تو ان کی فریادری اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی گرم دھار جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا، بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔“

اور وہ دونوں (جنت و جہنم) ابھی موجود ہیں اور کبھی بھی فنا نہیں ہوں گے۔ فرمان الہی ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا﴾ [الطلاق: ۱۱]

”اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک اللہ نے اسے بہترین روزی دے رکھی ہے۔“

﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وِلْيَاءً وَلَا نَصِيرًا يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ﴾

[الأحزاب: ۶۴-۶۶]

”اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے، جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت اور افسوس سے) کہیں گے کاش ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے۔“  
 اور ہم ہر اس شخص کے لیے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جس کے لیے کتاب و سنت نے نامزد کر کے یا اس کے اوصاف ذکر کر کے جنت کی شہادت دی ہے:

جن کو نامزد کر کے جنت کی شہادت دی گئی ہے: ان میں ابو بکر صدیق، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم، اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہیں نامزد طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔

نیز اوصاف کے اعتبار سے: ہر مومن یا متقی کے لیے جنت کی شہادت ہے۔  
 اسی طرح ہم ہر اس شخص کے لیے جہنمی ہونے کی گواہی دیتے ہیں جسے کتاب و سنت نے نامزد کر کے یا اس کے اوصاف ذکر کر کے اس کے لیے جہنم کی شہادت دی ہے۔  
 چنانچہ نامزد طور پر جہنم کی شہادت میں سے: ابولہب اور عمرو بن لُحی اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کے لیے نامزد طور پر جہنم کی شہادت ہے۔

نیز اوصاف کے اعتبار سے جہنم کی شہادت میں سے: ہر کافر یا شرک اکبر کرنے والے مشرک یا منافق کے لیے جہنم کی شہادت ہے۔

✽ اور ہم قبر کی آزمائش پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ یہ کہ میت سے اس کی قبر میں اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، چنانچہ:

﴿يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾

[ابراہیم: ۲۷]

”ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کئی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت

”میں بھی۔“

تو مومن کہتا ہے کہ: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔  
البتہ کافر اور منافق جواب دیں گے کہ: مجھے نہیں معلوم، میں نے لوگوں کو جیسا کہتے ہوئے  
سنا، اسی طرح میں نے بھی کہہ دیا۔

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اہل ایمان کو قبر میں نعمتیں نصیب ہوں گی:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اذْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ  
تَعْمَلُونَ﴾ [النحل: ۳۲]

”وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں کہتے ہیں کہ  
تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے، جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔“  
✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: ظالم کافروں کے لیے قبر کا عذاب ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ اٰخِرُجُوا  
اَنْفُسَكُمْ اَيُّومَ تَجْرُؤُنَ عَذَابِ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلٰى اللّٰهِ غِيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ  
آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ [الأنعام: ۹۳]

”اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے  
اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہونگے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی، اس  
سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے  
تھے۔“

اس ضمن میں وارد احادیث بہت ہیں اور معروف ہیں۔ لہذا مومن پر واجب ہے کہ وہ ان غیبی  
امور سے متعلق جو کچھ بھی کتاب و سنت میں وارد ہوا ہے اس پر ایمان رکھے، اور دنیا میں مشاہدہ کیے  
جانے والے امور کے ذریعہ ان کی مخالفت نہ کرے، کیونکہ امور آخرت کو دنیا کے امور پر قیاس نہیں

کیا جاسکتا، اس لیے کہ دونوں کے مابین واضح طور پر بڑا فرق ہے۔

### تقدیر پر ایمان:

✽ اور ہم تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کا اپنے سابقہ علم اور اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق کائنات کا اندازہ کرنا ہے۔

تقدیر کے چار مراتب ہیں:

#### پہلا مرتبہ: علم

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، وہ اپنے ازلی اور ابدی علم کے ذریعہ ہر وہ چیز جانتا ہے جو ہو چکی اور جو ہوگی اور کس طرح ہوگی، لہذا اس کا علم حادث نہیں جو بے علمی کے بعد حاصل ہوا ہو اور نہ ہی اسے علم کے بعد سہو و نسیان لاحق ہوتا ہے۔

#### دوسرا مرتبہ: کتابت

ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو کچھ قیامت تک رونما ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے:

﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ [الحج: ۷۰]

”کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے۔“

#### تیسرا مرتبہ: مشیت

ہمارا یہ ایمان ہے کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے، کوئی بھی چیز اس کی مشیت کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا۔



## چوتھا مرتبہ: تخلیق

ہمارا یہ ایمان ہے کہ:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ  
وَالْأَرْضِ﴾ [الزمر: ۶۲-۶۳]

”اللہ ہر چیز کا پید کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے۔“

تقدیر کے یہ چاروں مراتب ہر اس چیز کو شامل ہیں جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو بندوں کی جانب سے وقوع پذیر ہوتی ہے، چنانچہ بندے جو بھی اقوال، یا افعال یا ترک انجام دیتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اس کے پاس لکھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں چاہا ہے اور ان کو پیدا فرمایا ہے:

﴿لَمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ وَمَا تَشَاؤُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

[التکویر: ۲۸-۲۹]

”یہ قرآن نصیحت ہے) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے، اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔“

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْتُمْ وَلَكِنَّ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ [البقرة: ۲۵۳]

”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرَّهُمْ وَمَا يُفْتَرُونَ﴾ [الأنعام: ۱۳۷]

”اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں

ہی رہنے دیجیے۔“

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الصفات: ۹۶]

”حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔“  
لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو قدرت اور اختیار عطا فرمایا ہے جن کے ذریعہ بندہ اپنے کام کو انجام دیتا ہے۔

اس بات کی دلیل کہ بندے کا فعل اس کے اپنے اختیار اور قدرت سے انجام پاتا ہے چند

امور ہیں:

پہلا: فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاتُوا حَرْئِكُمْ أَنِّي شَقِئْتُ﴾ [البقرة: ۲۲۳]

”اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو، آؤ۔“

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً﴾ [التوبة: ۴۶]

”اگر ان کا ارادہ جہاد کے لیے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لیے سامان کی تیاری کر رکھتے۔“

چنانچہ (پہلی آیت میں) بندے کے لیے اس کی اپنی مشیت کے مطابق آنا اور (دوسری آیت میں) اس کے اپنے ارادے سے تیاری کرنا ثابت کیا ہے۔

دوسرا: اللہ تعالیٰ نے بندے کو اوامر و نواہی کا مکلف قرار دیا ہے، اگر بندے کو قدرت و اختیار نہ ہوتا تو یہ اسے ایسی چیز کا مکلف بنانا ہوتا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے، اور یہ ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت اور اس کی سچی خبر کے منافی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

تیسرا: نیک شخص کی اس کی نیکی پر مدح سرائی کرنا اور برے شخص کی اس کی برائی پر مذمت کرنا اور ان میں سے ہر ایک کو اس کا مستحق بدلہ دینا۔

اگر بندے کا فعل اس کے ارادہ و اختیار سے وقوع پذیر نہ ہوتا، تو نیک شخص کی تعریف کرنا عبث و بے کار اور برے شخص کو سزا دینا ظلم ہوتا، اور اللہ تعالیٰ عبث اور ظلم سے منزہ و مبرا ہے۔

چوتھا: اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾

[النساء: ۱۶۵]

”ہم نے انہیں رسول بنایا، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔“  
اگر بندے کا فعل اس کے اختیار اور ارادہ سے واقع نہ ہوتا تو پیغمبر بھیجنے سے اس کی حجت ختم نہ ہوتی۔

**پانچواں:** ہر کام کرنے والا انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ بنا کسی مجبوری یا جبر کے احساس کے کسی کام کو کرتا یا اسے ترک کرتا ہے، چنانچہ وہ محض اپنے ارادہ سے اٹھتا بیٹھتا، اندر آتا اور باہر جاتا اور سفر و اقامت کو اختیار کرتا ہے، اسے اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اس پر جبر کر رہا ہے۔ بلکہ جو کام وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اور جو کام کسی کے جبر سے سرانجام دیتا ہے اس میں وہ حقیقی طور پر فرق کر سکتا ہے۔ اسی طرح شریعت نے بھی ان دونوں کے بیچ حکیمانہ تفریق کی ہے، چنانچہ حقوق اللہ کے بارے میں انسان نے جس کام کو کسی کی طرف سے جبر کیے جانے کی وجہ سے کیا ہے تو اس پر اس کی گرفت نہیں کی ہے۔

﴿اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: نافرمان اور گنہگار اپنی نافرمانی پر اللہ کی تقدیر کو حجت نہیں بنا سکتا، کیونکہ نافرمان شخص اپنے اختیار سے معصیت پر اقدام کرتا ہے، اسے اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے اوپر مقدر کیا ہے، کیونکہ کوئی بھی شخص اللہ کی تقدیر کو نہیں جانتا یہاں تک کہ اس کا مقدر وقوع پذیر ہو جائے:

﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ [لقمان: ۳۴]

”کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا۔“

تو جب کوئی شخص بوقت اقدام ایک دلیل سے واقف ہی نہیں تو عذر کے وقت اسے بطور دلیل کیوں کر پیش کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس حجت کو باطل قرار دیا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے: ﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ [الأنعام: ۱۴۸]

”یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کر سکتے، اس طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہتے کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے سامنے ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل انکل پچو سے باتیں بناتے ہو۔“

ہم تقدیر کو حجت بنانے والے نافرمان سے کہیں گے کہ:

تو یہ مان کر نیکی و اطاعت پر اقدام کیوں نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تیرے لیے لکھ رکھا ہے؟ کیونکہ تم سے اس فعل کے صادر ہونے سے پہلے مقدور سے ناواقفیت میں اطاعت و نافرمانی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی لیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اطلاع دی کہ تم میں سے ہر ایک کا ٹھکانہ جنت اور جہنم میں لکھ دیا گیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ: کیا ہم عمل ترک کر کے اسی تقدیر پر ہی بھروسہ نہ کر لیں؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لا اعملوا فکل ميسر لما خلق له.“

”نہیں، عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر ایک کے لیے وہی آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لیے وہ پیدا

کیا گیا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

نیر ہم تقدیر کو حجت بنا کر گناہ کرنے والے سے کہیں گے کہ:

اگر آپ مکہ کا سفر کرنا چاہتے ہوں اور اس کے دور استے ہوں اور آپ کو کوئی سچا آدمی یہ بتائے کہ ایک راستہ پر خطر اور دشوار گزار ہے اور دوسرا راستہ پر امن اور آسان ہے، تو بلاشبہ آپ دوسرا راستہ ہی اختیار کریں گے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ پہلا راستہ اختیار کریں اور کہیں کہ: میری تقدیر میں یہی لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو لوگ آپ کا شمار دیوانوں میں کریں گے۔

ہم اس سے یہ بھی کہیں گے کہ:

اگر آپ کو دو ملازمتیں پیش کی جائیں جن میں سے ایک کی تنخواہ زیادہ ہو، تو آپ بلاشک کم تنخواہ کی بجائے زیادہ تنخواہ والی ملازمت کو اپنائیں گے، تو پھر آپ آخرت کے عمل میں اپنے لیے کم تر چیز کو کیوں اختیار کرتے ہیں، پھر تقدیر کو حجت و بہانہ بناتے ہیں؟

ہم اس سے یہ بھی کہیں گے کہ:

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ جب کسی جسمانی بیماری سے دوچار ہوتے ہیں تو اپنے علاج کے لیے ہر ڈاکٹر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور آپریشن سے پہنچنے والی تکلیف اور دوا کی کڑواہٹ پر صبر سے کام لیتے ہیں۔ تو پھر آپ اپنے گناہوں سے بیمار دل کے سلسلے میں اسی طرح کیوں نہیں کرتے؟

✽ اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے کمال حکمت و رحمت کی بنا پر اس کی طرف شرکی نسبت نہیں کی جاتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”والشر ليس إليك“ (رواہ مسلم)

”اور شرکی نسبت تیری طرف نہیں ہے۔“

چنانچہ فی نفسہ اللہ تعالیٰ کے قضا (فیصلہ) میں شرک پہلو کبھی نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ سراسر اس کی رحمت و حکمت سے صادر ہوتا ہے۔

بلکہ شرک کے مقتضیات میں ہوتا ہے؛ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کو جو دعائے قنوت سکھائی تھی اس میں آپ کا یہ فرمان ہے: «وقنی شر ما قضیت» ”مجھے اس چیز کے

شر سے بچا جس کا تو نے فیصلہ کیا ہے۔“ اس میں شر کی نسبت اس چیز کی طرف کی گئی ہے جس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود مقتضیات میں شر کا ہونا محض خالص شر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی جگہ ایک طرح سے شر ہوتا ہے تو دوسرے لحاظ سے وہ خیر ہوتا ہے، یا وہ اپنی جگہ شر نظر آتا ہے تو دوسرے مقام پر وہی خیر ہوتا ہے۔

چنانچہ زمین کے اندر فساد مثلاً قحط سالی، بیماری، فقر و محتاجی اور خوف و خطر سب ایک طرح سے شر ہیں، لیکن دوسرے پہلو سے خیر ہیں۔

ارشادِ باری ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الروم: ۴۱]

”خشکی اور تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھادے، (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔“

چور کا ہاتھ کاٹنا اور زنا کار کو سنگسار کرنا، چور اور زنا کار کے لیے اس اعتبار سے شر ہیں کہ چور کا ہاتھ کٹ جائے گا اور زانی کی جان چلی جائے گی، لیکن ایک دوسرے پہلو سے وہ ان دونوں کے لئے خیر ہے کہ ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ چنانچہ ان کے لیے دنیا و آخرت کی سزا کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ نیز وہ ایک دوسرے مقام پر بھی خیر ہے کہ اس سے لوگوں کے مال و اسباب، عزت و آبرو اور نسب کی حفاظت ہوتی ہے۔

## بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام و احکام (\*)

بدعت کی لغوی تعریف:

بدعت: لفظ ”بدع“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کا اختراع و ایجاد کرنا، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [البقرة: ۱۱۷]

”وہ (اللہ تعالیٰ) زمین اور آسمانوں کا ابتداء پیدا کرنے والا ہے۔“

یعنی بغیر سابقہ مثال و نمونہ کے آسمان و زمین کو وجود بخشنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ [الاحقاف: ۹]

”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر تو نہیں۔“

یعنی میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا شخص نہیں ہوں، بلکہ مجھ سے

پہلے بہت سے رسول آچکے ہیں۔

نیز کہا جاتا ہے: ”اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بِدْعَةً“ یعنی اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا جو اس سے پہلے

نہیں تھا۔

ابتداع و ایجاد کی دو قسمیں ہیں:

①- عادات میں ابتداع و ایجاد: مثلاً روزمرہ کی ضروریات کے لیے نئی نئی ایجادات

و اختراعات کا ایجاد کرنا، یہ مباح و جائز ہے، اس لیے کہ عادات کے اندر اصل اباحت یعنی حلال ہونا

ہے۔

(\*) ”محاضرات فی العقیدة والدعوة“ للعلامة الفوزان.

②- **دین میں ابتداء و ایجاد** : یعنی دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا، یہ حرام ہے، اس لیے کہ دین میں اصل توقیف ہے (یعنی کتاب و سنت سے ثابت شدہ چیزوں پر ہی توقف کرنا۔ اس میں کسی قسم کی زیادتی یا کوئی نئی چیز ایجاد کرنا جائز نہیں ہے) آپ ﷺ کا فرمان ہے:

”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“

”جس نے ہمارے اس امر (شریعت) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے

تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.“

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“

(صحیح مسلم)

بدعت کے اقسام: دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: قولی و اعتقادی بدعت: یعنی ایسی بدعت جس کا تعلق قول اور اعتقاد سے ہے، جیسے

جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے اعتقادات۔

دوسری قسم: عبادات میں بدعت: یعنی عبادتوں کے اندر نئی چیزیں ایجاد کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کی

عبادت کسی غیر مشروع طریقہ سے کرنا، عبادات میں بدعت کی بھی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ بدعت جو اصل عبادت میں ہو، یعنی بذات خود عبادت ہی بدعت ہو، مثلاً کوئی ایسی

عبادت ایجاد کر لی جائے جس کی شریعت کے اندر کوئی اصل و بنیاد نہ ہو، جیسے کوئی غیر مشروع نماز یا

غیر مشروع روزہ یا غیر مشروع عیدیں ایجاد کر لی جائیں جیسے عید میلاد وغیرہ۔

دوسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت میں اضافہ کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی

نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر لینا۔



تیسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقے میں ہو بایں طور کہ اسے غیر مشروع طریقہ پر ادا کرے، جیسے مسنون اذکار و دعائیں اجتماعی طور پر خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا، اور جیسے عبادتوں کی ادائیگی میں نفس پر اس حد تک سختی کرنا کہ وہ سنت رسول ﷺ کے دائرہ سے باہر نکل جائے۔

چوتھی قسم: وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی ایسے وقت کے ساتھ خاص کر لینے کی صورت میں ہو جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے پندرہویں شعبان کے دن ورات کو روزہ و قیام کے لیے خاص کر لینا۔ کیونکہ روزہ و قیام تو اصلاً مشروع ہیں لیکن انھیں کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

**دین میں بدعت کی جملہ اقسام کا حکم:**

دین میں ہر بدعت حرام اور گمراہی ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((وَاَيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ وَكُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

”دین کے اندر نئی ایجاد کردہ چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (ابوداؤد، ترمذی)

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان:

((مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

”جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ نامقبول ہے۔“ (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔“ (مسلم)

یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین کے اندر ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور غیر مقبول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات و اعتقادات میں ہر قسم کی بدعتیں حرام ہیں۔ لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کا حکم مختلف و متفاوت ہوتا ہے۔

چنانچہ بعض بدعتیں صریح کفر ہیں، جیسے قبر والوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا، ان کے لیے قربانیاں اور نذر و نیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا اور ان سے فریادیں کرنا، نیز اسی ضمن میں غالی (شدت پسند) جہمیہ و معتزلہ کے اقوال بھی آتے ہیں۔ اور بعض بدعتیں شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، وہاں نماز پڑھنا اور دعا مانگنا۔

اسی طرح بعض بدعتیں فتنہ اعتقادی ہیں جیسے خوارج، قدریہ اور مرجئہ کے شرعی دلیلوں کے مخالف اقوال و اعتقادات۔

اور بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی ہیں جیسے ترک دنیا (رہبانیت، سادھو پن اور جوگی پن) دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے اور شہوت جماع کو ختم کرنے کے لیے نخصی ہونے کی بدعت۔

### تنبیہ:

جس نے بدعت کی تقسیم بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) اور بدعتِ سیئہ (بری بدعت) سے کی ہے وہ غلطی پر ہے اور رسول ﷺ کے فرمان: ((فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ)) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔ کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم لگایا ہے، اور یہ شخص کہتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے، بلکہ بعض بدعتیں اچھی ہیں۔

حافظ ابن رجب اپنی کتاب ”شرح الأربعین“ میں فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا فرمان ”فَإِنَّ كُلَّ بَدْعَةٍ ضَالَّةٌ“، جوامع الکلم (جامع ترین

کلمات) میں سے ہے جس سے کوئی بدعت خارج نہیں ہو سکتی، اور یہ دین کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصول ہے، اور یہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے مشابہ ہے:

(( مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ))

”جس نے ہمارے اس امر دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔“ (بخاری و مسلم)

لہذا جس نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور اسے دین کی طرف منسوب کیا حالانکہ دین میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے جو اس کا مرجع ہو تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری و باطنی اعمال یا اقوال سے ہو۔

بدعتِ حسنہ کی تقسیم کے قائلین کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صلاة التراويح کے بارے میں اس قول ”نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“ (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

نیز بدعتِ حسنہ کے قائلین کہتے ہیں: کچھ چیزیں نئی ایجاد کی گئی ہیں، لیکن سلف رضی اللہ عنہم نے ان کا انکار نہیں کیا ہے، مثلاً قرآن کریم کو ایک کتاب میں جمع کرنا، حدیث کی کتابت اور تدوین و تالیف۔ ان کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان امور کی شریعت کے اندر اصل موجود ہے، لہذا یہ نئی ایجاد کردہ چیزیں (یعنی بدعت) نہیں ہیں۔ جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کے قول ”نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ“ کا تعلق ہے تو اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں، (یعنی بدعت کا لغوی معنی مراد ہے شرعی معنی مراد نہیں ہے)۔

لہذا جس چیز کی شریعت میں اصل موجود ہو جس کی جانب رجوع کیا جاسکے، جب اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ: وہ بدعت ہے، تو اس سے مراد بدعت لغوی ہوتی ہے، اس کا شرعی معنی مراد نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ شریعت میں بدعت اس کو کہتے ہیں: جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جس کی جانب رجوع کیا جاسکے، اور قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی شریعت کے

اندر اصل موجود ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ خود قرآن کریم کو لکھنے کا حکم فرماتے تھے، لیکن وہ مختلف صحیفوں میں الگ الگ لکھا ہوا تھا، لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی حفاظت کے پیش نظر اسے ایک مصحف میں جمع کر دیا۔

رہی بات نماز تراویح کی تو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو چند راتیں تراویح کی نماز پڑھائی، پھر اخیر میں نماز تراویح کے لیے (مسجد میں) نہیں آئے، اس خوف سے کہ کہیں ان پر فرض نہ کر دی جائے۔ لیکن صحابہ کرام نبی ﷺ کی حیات میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی برابر الگ الگ نماز تراویح پڑھتے رہے، یہاں تک کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا جس طرح کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے، لہذا یہ دین کے اندر بدعت نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث کی کتابت و تدوین کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کچھ صحابہ کی فرمائش پر ان کے لیے بعض حدیثیں لکھنے کا حکم دیا تھا، نیز عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے زمانہ میں حدیث لکھا کرتے تھے، اور آپ ﷺ کے عہد زندگی میں بہ شکل عام حدیث لکھنے سے ممانعت اس لیے تھی کہ اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں قرآن کے ساتھ دوسری چیز خلط ملط نہ ہو جائے۔ لیکن جب آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا تو یہ خدشہ ختم ہو گیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کی وفات سے پہلے ہی قرآن بالکل مکمل و محفوظ ہو چکا تھا۔ لہذا اس کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی تاکہ ضائع ہونے سے اس کی حفاظت ہو سکے۔

لہذا اللہ تعالیٰ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے جنہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ضائع ہونے اور برباد کرنے والوں کی بربادی کا نشانہ بننے سے محفوظ کر دیا۔

## مسلمانوں کی زندگی میں بدعات کا ظہور:

پہلا مسئلہ: بدعات کے ظہور کا وقت:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ [مجموع الفتاویٰ (۳۵۴/۱۰) میں] فرماتے ہیں:

یہ بات جان لیں کہ علوم و عبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفائے راشدین کے آخری دور میں رونما ہوئیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(( مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا؛ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ

الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ ))

”تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔ لہذا تم میری سنت کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔“ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

سب سے پہلے انکارِ تقدیر، ارجاء (ایمان سے عمل کو الگ کرنا)، تشیع اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں، پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تفرقہ پیدا ہوا تو حرور یہ کی بدعت ظاہر ہوئی، پھر عصر صحابہ کے اواخر یعنی عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم کے آخری زمانہ میں قدریہ کا ظہور ہوا، اور مرجئہ کا ظہور اس کے قریب ہی ہوا۔ جہاں تک جمہیہ کا تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے ان کے بارے میں لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جمہ بن صفوان کا ظہور خراسان میں ہشام بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئیں، جب کہ صحابہ کرام موجود تھے اور انہوں نے ان بدعتیوں پر نیکر و تردید کی۔ پھر اعتزال کی بدعت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں کے درمیان فتنے رونما ہونے

لگے نیز لوگوں کے اندر اختلافِ آراء اور بدعات و خواہشاتِ نفس کی طرف میلان و رجحان کا ظہور ہوا۔ تصوف کی بدعت اور قبروں پر تعمیر کی بدعت قرونِ مفضلہ کے بعد ظاہر ہوئی۔ اس طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا رنگارنگ بدعتیں بڑھتی گئیں۔

### دوسرا مسئلہ: بدعات کے ظہور کی جگہیں:

بدعتوں کے ظاہر ہونے کے معاملہ میں اسلامی ممالک کے حالات مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ بڑے بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم و ایمان کی روشنی نکلی، پانچ ہیں: حرین شریفین (مکہ و مدینہ)، عراقین (بصرہ و کوفہ) اور شام۔ انہی پانچ شہروں سے قرآن و حدیث، فقہ و عبادت اور ان سے متعلق دیگر اسلامی امور کا پرچم بلند ہوا، اور مدینہ نبویہ کو چھوڑ کر انہی شہروں سے اصولی (اعتقادی) بدعتیں نکلیں۔

چنانچہ کوفہ سے شیعیت و ارجاء کی بدعت ظاہر ہوئی اور اس کے بعد دوسرے شہروں میں پھیلی۔ بصرہ سے قدریت، اعتزال اور غلط و فاسد طریقہ عبادت کا ظہور ہوا جو بعد میں دوسرے شہروں میں پھیلی۔ شام ناصیت و قدریت کا مرکز تھا۔ رہی جہمیت تو اس کا ظہور خراسان کے نواحی میں ہوا اور وہ بدترین بدعت ہے۔

بدعتوں کا ظہور دیارِ نبوی سے دوری کے اعتبار سے ہوا، جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد افتراق و اختلاف رونما ہوا تو حروریہ کی بدعت کا ظہور ہوا۔ لیکن مدینہ نبویہ ان بدعتوں کے ظہور سے محفوظ تھا، اگرچہ وہاں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو دلوں میں بدعتیں چھپائے ہوئے تھے لیکن ان کے نزدیک ذلیل و مذموم تھے۔ کیونکہ وہاں قدریہ وغیرہ کی ایک جماعت موجود تھی مگر وہ ذلیل و مغلوب تھی۔ اس کے برخلاف کوفہ میں تشیع و ارجاء، بصرہ میں اعتزال اور زہدوں کی بدعتیں اور شام میں ناصیت (اہل بیت سے عداوت و دشمنی) کا ظہور و غلبہ تھا۔ نبی ﷺ سے صحیح حدیث کے اندر ثابت ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور وہاں امام مالک کے شاگردوں کے زمانہ تک

جو چوتھی صدی ہجری کے ہیں، علم و ایمان کا دور دورہ رہا۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۰/۳۰۰-۳۰۳)۔ جہاں تک اسلام کی ابتدائی تین بہترین صدیوں کا تعلق ہے تو اس دوران مدینہ نبویہ میں قطعی طور پر کوئی ظاہری بدعت رونما نہیں ہوئی اور نہ ہی وہاں سے دیگر شہروں کی طرح اصول دین سے متعلق قطعاً کوئی بدعت نکلی۔

**بدعتوں کے ظاہر ہونے کے اسباب و محرکات:**

بلاشبہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے ہی میں بدعتوں اور گمراہیوں میں پڑنے سے نجات کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن

سَبِيلِهِ﴾ [الانعام: ۱۵۳]

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔“

اس بات کو نبی ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں واضح فرمایا ہے، وہ کہتے

ہیں:

(( خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَطًّا فَقَالَ: هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَن يَمِينِهِ

وَعَن شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ: وَهَذِهِ سُبُلٌ، عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ. ))

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: ”یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے“۔ پھر

اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ”یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر

شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو اس کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے“۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت

فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ

ذٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿ [الأنعام: ۱۵۳]

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔“ (اس حدیث کی روایت احمد، ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے کی ہے)۔

لہذا جو بھی کتاب و سنت سے منہ موڑے گا اسے گمراہ کرنے والے راستے اور نئی نئی بدعتیں اپنی طرف کھینچ لیں گی۔

جن اسباب کی بنا پر بدعتیں وجود میں آئیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) دینی احکام سے ناواقفیت:

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے گئے، علم میں کمی آتی گئی اور جہالت عام ہوتی گئی، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ اس کی خبر دی ہے:

(( مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسِيرَىٰ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ))

”تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔“ (ابوداؤد، ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

نیز ارشاد فرمایا:

(( إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّىٰ إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَالًا فَسْتَلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا ))

”اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے (یکبارگی) چھین کر ختم کر دے، بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم زندہ نہیں چھوڑے گا تو



لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، پھر لوگ ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، سو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) (بحوالہ: جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر/۱۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بدعتوں کا مقابلہ صرف علم اور علماء ہی کے ذریعہ ممکن ہے، لہذا جب علم اور علماء کا وجود ختم ہو جائے گا تو بدعتوں کو پھیلنے پھولنے کا اچھا موقع فراہم ہوگا اور بدعتیوں کا بازار گرم ہو جائے گا۔

### (ب) خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنا:

جو شخص کتاب و سنت سے منہ موڑے گا وہ لازمی طور پر اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ  
بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ [القصص: ۵۰]

”پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔“

اور ارشاد فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ  
وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ﴾ [الحجاثية: ۲۳]

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا

ہے؟“

اور بدعتیں درحقیقت پیروی کی جانے والی خواہشات نفس کی پیداوار ہیں۔

**(ج) مخصوص نظریات و شخصیات کے لیے تعصب برتنا:**

کسی خاص رائے و نظریے کی طرف داری کرنا اور کسی مخصوص شخصیت کے لیے جانبداری (عصبیت) اختیار کرنا، انسان کو دلیل کی پیروی کرنے اور حق کی معرفت سے روک دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا الْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾

[البقرة: ۱۷۰]

”اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔“

آج صوفیوں کے طریقوں کی پیروی کرنے والے اور قبروں کی پوجا کرنے والے بعض تعصب پرستوں کی یہی حالت ہے کہ جب انہیں کتاب و سنت کی پیروی کرنے اور ان کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اپنے مذاہب، مشائخ اور آبا و اجداد کا حوالہ دیتے ہیں اور انہیں دلیل و حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

**(د) کافروں کی مشابہت اختیار کرنا:**

کافروں کی مشابہت اختیار کرنا سب سے زیادہ بدعتوں میں ڈالنے والی چیزوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوہ) حنین کی طرف نکلے، ابھی ہمارے کفر کا زمانہ بالکل قریب ہی تھا، اس وقت مشرکوں کے ہاں ایک بیری کا درخت تھا، جس کے پاس وہ ٹھہرتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار (تبرک) کے لیے لٹکایا کرتے تھے، جسے ”ذات انواط“ کہا جاتا تھا، چنانچہ ہمارا گزر بھی ایک بیری کے درخت

کے پاس سے ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے بھی مشرکوں کی طرح ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا:

(( اَللّٰهُ اَكْبَرُ! اِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى: ﴿ اَجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اِلٰهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ لَتَرَ كُنْبَنَ سَنَنَ مِّنْ قَبْلِكُمْ ))

اللہ اکبر! یہی (گمراہی کے) راستے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگوں نے بالکل ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ”ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔“ [الاعراف: ۱۳۸]

تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر ضرور چلو گے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے)

اس حدیث سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ کفار کی مشابہت ہی وہ چیز ہے جس نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ابھارا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ بُرا مطالبہ کرنے لگے کہ وہ ان کے لیے اللہ کے سوا ایک معبود مقرر کر دیں جس کی وہ عبادت کریں، اور کفار کی مشابہت ہی وہ چیز ہے جس نے بعض صحابہ کو آپ ﷺ سے یہ سوال کرنے پر آمادہ کیا کہ آپ ان کے لیے ایک درخت مقرر کر دیں جس سے وہ اللہ کو چھوڑ کر تیرک حاصل کریں۔

آج حقیقتِ حال بالکل یہی ہے، کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت بدعتوں اور شرکیہ کاموں کے کرنے میں کافروں کی تقلید اور نقالی کر رہی ہے، جیسے: برتھ ڈے اور میلاد کی خوشیاں منانا، مخصوص کاموں کے لیے دن اور ہفتے منانا، دینی مناسبتوں اور یادگاروں کا جشن منانا، اسٹپچو اور یادگار مجسمے لگانا، مجلس ماتم منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

عصرِ حاضر کی بدعات کے چند نمونے:

دورِ حاضر کی بدعات بہت زیادہ ہیں، جن کا سبب عہدِ نبوت سے زمانہ کا متاخر (دور) ہونا، علم کی کمی، بدعتوں و خلافِ شریعت باتوں کی طرف دعوت دینے والوں کی کثرت اور نبی ﷺ کے فرمان: (( لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ))

”تم اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلو گے۔“ (اسے ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا ہے)

کے مطابق مسلمانوں کے اندر کفار کے عادات و اطوار اور رسم و رواج کی مشابہت کا سرایت کر جانا ہے۔

### ①- میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے جشن منانا:

نبی ﷺ کے یومِ پیدائش کا جشن منانا دراصل نصرانیوں کے اس عمل کی مشابہت و تقلید ہے جسے میلادِ مسیح کے جشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جاہل و نادان مسلمان یا گمراہ کن علماء ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں رسول ﷺ کی پیدائش کی مناسبت سے جشن مناتے ہیں۔ بعض لوگ یہ جشن مسجدوں میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اس کا اہتمام گھروں میں یا اسی کی خاطر تیار کردہ مخصوص مقامات پر کرتے ہیں۔ اس میں عوام الناس اور بے علم لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی ہے۔ یہ کام وہ عیسائیوں کی مشابہت و تقلید میں کرتے ہیں جنہوں نے مسیح ﷺ کے جشن میلاد کی بدعت گھڑ لی ہے۔ عام طور سے یہ محفل میلادِ بدعت اور عیسائیوں کی مشابہت و تقلید ہونے کے ساتھ ساتھ شرکیہ امور اور منکرات سے خالی نہیں ہوتی، مثلاً اس میں ایسے قصیدے (نعتیہ اشعار) پڑھے جاتے ہیں جس کے اندر رسول ﷺ کے حق میں اس حد تک غلو پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے خود آپ ﷺ ہی کو پکارا جاتا ہے اور آپ سے فریاد طلب کی جاتی ہے، جبکہ نبی ﷺ نے اپنی تعریف میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد

ہے:

(( لَا تَطْرُقُونِي كَمَا أَطْرَقَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ  
وَرَسُولُهُ ))

”تم میری تعریف میں غلو نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں غلو سے  
کام لیا (یہاں تک کہ انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا) دیکھو! میں ایک بندہ ہوں لہذا مجھے تم اللہ کا بندہ  
اور اس کا رسول کہو۔“ (بخاری و مسلم)  
اطراء کے معنی مدح و تعریف میں غلو کرنے کے ہیں۔

بسا اوقات یہ محفل مردوں عورتوں کے درمیان اختلاط، اخلاق کی فساد و خرابی اور منکرات  
ومنشیات وغیرہ سے آلودہ ہوتی ہے۔

اور بسا اوقات وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ نیز  
ان محفلوں میں ارتکاب کئے جانے والے منکرات و برائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ: اجتماع شکل میں  
خوش الحانی و ترنم کے ساتھ نعتیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، ڈھول و تاشے پیٹے جاتے ہیں اور اس کے  
علاوہ صوفیہ کے خود ساختہ اور گھڑے ہوئے اذکار کا ورد کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان محفلوں میں  
مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے جو فتنے کا سبب اور فواحش و بدکاری میں پڑنے کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ  
کہ اگر یہ جشن و محفل ان برائیوں سے خالی بھی ہوں اور صرف ایک جگہ جمع ہو کر کھانا تناول کرنے اور  
خوشی کا اظہار کرنے ہی پر اکتفا کیا جائے۔ جیسا کہ ان لوگوں کا کہنا ہے۔ تب بھی وہ ایک نئی  
ایجاد کردہ بدعت ہے اور ”دین کے اندر ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“  
نیز رفتہ رفتہ یہ ایسی برائیوں اور منکرات کے وقوع پذیر ہونے کا وسیلہ و ذریعہ ہے جو دوسری محفلوں  
میں ہوا کرتی ہیں۔

ہم نے اسے بدعت اس لیے کہا ہے کیونکہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے، نہ

سلف صالحین کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی قرون مفضلہ میں اس کا کوئی وجود ملتا ہے، بلکہ اس کا وجود چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا، جسے فاطمی شیعوں نے ایجاد کیا۔

امام ابو حفص تاج الدین الفاکھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اما بعد: مبارکین کی ایک جماعت کی طرف سے اس اجتماع کے بارے میں جسے بعض لوگ ماہ ربیع الاول میں منعقد کرتے ہیں اور اسے مولد کا نام دیتے ہیں، بارہا سوال کیا گیا کہ کیا دین کے اندر اس کی کوئی اصل ہے؟ اور اس کے بارے میں انہوں نے واضح اور صاف صاف جواب طلب کیا ہے، لہذا اللہ کی توفیق سے جواب پیش خدمت ہے:

کتاب و سنت کے اندر میں اس مروجہ میلاد کی کوئی اصل اور دلیل نہیں جانتا، اور نہ ہی یہ عمل ان علمائے امت میں سے کسی سے منقول ہے جو دین میں قدوہ (آئیڈیل) اور سلف صالحین کے نقش قدم پر گامزن ہیں، بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسے بے روزگار و بے کار لوگوں نے ایجاد کر لیا ہے اور ایک نفسانی خواہش ہے جسے پیٹ کے پجاریوں نے مالداروں کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ (رسالۃ المورثی علی المولد) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اسی طرح بعض لوگوں نے جو میلادِ عیسیٰ علیہ السلام میں عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ پیدائش کا جشن ایجاد کر لیا ہے جبکہ آپ کی تاریخِ پیدائش کے تعیین میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے، اسے سلف صالحین نے نہیں کیا ہے، اگر وہ محض خیر ہوتا یا اس میں کم از کم خیر کا پہلو غالب ہوتا تو سلف رضی اللہ عنہم اس کو کرنے کے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ ہم سے کہیں زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ وہ لوگ خیر و بھلائی کے بڑے حریص اور متوالے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت و تعظیم دراصل آپ کی متابعت و فرماں برداری، آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کو ظاہری و باطنی طور پر زندہ کرنے، جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث کئے گئے ہیں اس کی نشر و اشاعت کرنے اور اس پر دل

وزبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے میں ہے۔ کیونکہ انصار و مہاجرین میں سے سابقین اولین اور ان کی سچی پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے۔ (افتضاء الصراط المستقیم ۲/۶۱۵، تحقیق ڈاکٹر ناصر العقل) اس بدعت کے انکار میں متعدد پرانی و نئی کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، یہ جشن میلاد بدعت اور نصاریٰ کی مشابہت ہونے کے علاوہ دوسرے میلادوں کے منعقد کرنے کا بھی سبب ہے، جیسے اولیاء مشائخ اور قائدین کا جشن میلاد (برتھ ڈے) منانا، اس طرح شرفساد کے بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔

## ②- مقامات و آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

نئی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے مخلوق سے تبرک کا حاصل کرنا بھی ہے، یہ بت پرستی کی ایک قسم اور ایک ایسا جال ہے جس کے ذریعہ پیٹ کے پجاری سیدھے سادھے لوگوں کی دولت پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

**تبرک کے معنی:** برکت طلب کرنے کے ہیں، اور برکت کے معنی: کسی چیز میں خیر و بھلائی کے ثابت و برقرار رہنے اور اس میں اضافہ و بڑھوتری ہونے کے ہیں۔

خیر و بھلائی میں ثبات و بقا اور اس میں بڑھوتری و اضافہ صرف اسی ذات سے طلب کی جاسکتی ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ ہی برکت نازل فرماتا ہے اور اس کو ثابت و برقرار رکھتا ہے۔ البتہ جہاں تک مخلوق کا معاملہ ہے تو وہ برکت عطا کرنے اور اسے وجود بخشنے پر قدرت نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی اسے برقرار اور قائم و دائم رکھنا اس کے بس میں ہے۔

لہذا مقامات و آثار اور زندہ و مردہ اشخاص سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں کیوں کہ اگر آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ چیز بذات خود برکت عطا کرتی ہے تو یہ شرک ہے، اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کی زیارت کرنا، اس کو چھونا اور اسے اپنے جسم پر پھیرنا اللہ کی طرف سے برکت کے حصول کا

سبب ہے تو یہ شرک کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

جہاں تک صحابہ کرام کا تعلق ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بال، آپ کے تھوک اور آپ کے جسم سے علیحدہ ہونے والی چیزوں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے، تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف آپ کی حالتِ زندگی تک خاص ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے کمرے اور آپ کی قبر سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی وہ تبرک حاصل کرنے کی غرض سے ان جگہوں کا قصد کرتے تھے جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی یا تشریف فرما ہوئے تھے، لہذا اولیاء کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام اپنے مابین نیک و صالح لوگوں جیسے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر افاضل صحابہ سے نہ تو ان کی زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد کبھی تبرک حاصل کرتے تھے، نہ ہی وہ لوگ کبھی غار حراء جاتے تھے تاکہ اس میں نماز پڑھیں یا دعا کریں، اور نہ ہی وہ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے کوہ طور کی طرف جاتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ نہ ہی وہ ان جگہوں کے علاوہ ان پہاڑوں کا رخ کرتے تھے جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس میں انبیاء وغیرہ کے مقامات و آثار ہیں، اور نہ ہی وہ کسی ایسے مزار پر جاتے تھے جو کسی نبی کے نشان پر بنایا گیا ہو۔

نیز وہ جگہ جہاں نبی ﷺ مدینہ نبویہ میں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے، اسی طرح مکہ وغیرہ میں وہ جگہ جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، سلف صالحین میں سے کوئی بھی شخص اسے نہ چھوٹا تھا اور نہ اسے چومتا تھا۔

لہذا غور فرمائیے! کہ جب وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم چلتے تھے اور جہاں آپ نماز پڑھتے تھے، آپ کی امت کے لیے اسے چھونا اور اسے بوسہ دینا (چومنا) مشروع و جائز نہیں ہے، تو پھر ان مقامات و جگہوں کے ساتھ یہ چیزیں کیسے جائز ہو سکتی ہیں جہاں آپ کے علاوہ کسی



دوسرے نے نماز پڑھی ہو یا سو یا ہو؟!!

علمائے کرام دین اسلام سے ضروری طور پر جانتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو بوسہ دینا اور اسے چھونا آپ ﷺ کی شریعت سے نہیں ہے۔

### ③- عبادات اور قربت الہی کے حصول سے متعلق بدعتیں:

اس زمانے میں عبادات کے باب میں ایجاد کردہ بدعتیں بہت زیادہ ہیں، حالانکہ عبادات کے اندر اصل تو قیف ہے، لہذا کوئی بھی عبادت بغیر دلیل کے مشروع نہیں ہو سکتی، اور جس چیز پر کوئی دلیل موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(( مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ ))

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔“

آج کل بغیر کسی دلیل و ثبوت کے انجام دی جانے والی بدعتیں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

① - نماز کے لئے بلند آواز سے نیت کرنا: مثلاً یہ کہنا کہ: ”میں اللہ کے لیے ایسی ایسی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں“، یہ عمل بدعت ہے؛ اس لیے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

”اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کر رہے ہو؟ اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“ [الحجرات: ۱۶]۔

نیت کی اصل جگہ دل ہے، لہذا وہ ایک قلبی عمل ہے زبانی عمل نہیں۔

②- نماز کے بعد اجتماعی طور پر ذکر کرنا: حالانکہ مشروع طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص نبی ﷺ سے منقول ذکر کو انفرادی طور پر پڑھے۔

③- مختلف مناسبات میں، دعا کے بعد اور اسی طرح مردوں کے لیے فاتحہ خوانی کرانا۔

④- اموات (وفات شدہ لوگوں) کے لئے مجلس ماتم و بین منعقد کرنا، کھانا تیار کروانا اور اجرت پر قاریوں کو رکھنا۔ ایسا کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب تعزیت و غمخواری کے طور پر ہے، یا اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں، یہ ایسا بوجھ و بیڑیاں اور گلے کا طوق ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری ہے۔

⑤- دینی مناسبات کا جشن منانا: جیسے اسراء و معراج کی مناسبت اور ہجرت نبویہ کی مناسبت پر محفل منعقد کرنا، جبکہ ان مناسبات پر جشن منانے کی شریعت میں کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔

⑥- ماہ رجب میں انجام دی جانے والی خصوصی عبادتیں، جیسے رجب کے مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ نفل نمازیں پڑھنا اور روزہ رکھنا، حالانکہ اس مہینہ کو دوسرے مہینوں پر کوئی امتیاز و خصوصیت حاصل نہیں، نہ تو روزہ، نماز اور قربانی کے اندر، اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز کے اندر۔

⑦- صوفیوں کے خود ساختہ اذکار: صوفیوں کے تمام قسم کے ذکر و اذکار اور ادا و وظائف بدعات اور دین کے اندر نئی ایجادات ہیں؛ اس لیے کہ وہ اپنے الفاظ، طریقے اور اوقات کے اندر شرعی اذکار کے سراسر مخالف ہیں۔

⑧- پندرہویں شعبان کی رات کو قیام کے لیے اور اس کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کرنا بھی انہی بدعتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس بارے میں خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

⑨- قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، انہیں مسجدیں بنا لینا اور ان سے تبرک حاصل کرنے کے لیے، مردوں کا وسیلہ لینے کے لیے اور اس کے علاوہ دیگر شرکیہ مقاصد کے لیے ان کی زیارت کرنا۔ اسی

طرح عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں، اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

### آخری بات:

ہم اپنی گفتگو کا خاتمہ اس بات پر کرتے ہیں کہ: بدعتیں بلاشبہ کفر کی ڈاک ہیں، اور یہ دین میں ایسا اضافہ اور زیادتی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے جائز نہیں رکھا ہے، بلکہ بدعت گناہ کبیرہ سے بھی بدترین اور بُری چیز ہے، اور شیطان گناہ کبیرہ کی نسبت بدعت سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک گناہ گار یہ جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانی ہے، لہذا وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن ایک بدعتی شخص بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت تلاش کرتا ہے، لہذا اس کی توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز بدعتیں سنتوں کا خاتمہ کر دیتی ہیں اور بدعتیوں کو سنت بھی ناپسندیدہ لگنے لگتی ہے اور سنت پر عمل کرنے والے بھی۔

سچ تو یہ ہے کہ بدعتیں اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں، اس کی ناراضگی اور سزا کا موجب بنتی ہیں اور دلوں کی کجی اور فساد کا سبب بنتی ہیں۔

### بدعتی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

بدعتی کی زیارت کرنا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، لیکن اس کی نصیحت و خیر خواہی کے طور پر اور اسے روکنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی کے پاس اٹھنے بیٹھنے والا شخص بدعت سے متاثر ہوتا ہے اور یہ متعدی بیماری دوسروں تک پھیل جاتی ہے۔

اگر ان کی گرفت کرنا اور انہیں بدعتوں کے کرنے سے روکنا ممکن نہ ہو تو ان سے اور ان کے شر سے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے، بصورت دیگر مسلمانوں کے علماء اور ان کے حکام پر واجب ہے کہ وہ بدعات پر پابندی لگائیں، بدعتیوں کی گرفت کریں اور انہیں ان کے شر سے باز رکھیں، اس

لیے کہ یہ لوگ اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔

پھر اس حقیقت سے آگاہ رہنا بھی ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعتوں کی نشر و اشاعت پر بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کام میں ان کی مدد کرتے ہیں، اس لیے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ ایک بدنما شکل میں سامنے آتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند کرے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو ہمارے نبی محمد ﷺ پر، آپ کی آل و اولاد پر اور آپ کے صحابہ پر۔

## انبیاء و صالحین کے بارے میں غلو کرنا (\*)

اللہ کے اولیاء، متقی اور اہل ایمان لوگ ہیں، وہ لوگ جو اللہ کے دین اور رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر استقامت اختیار کرنے والے ہیں، یہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الْأَبْرَارَ أَوْلِيَآءَ ۗ لِلّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ۶۲)

”یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔“

پھر ان کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (یونس: ۶۳)

”یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ نُوَ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنْ اَوْلِيَآءُ ؕ اِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ (الأنفال: ۳۴)

”جب کہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں۔ اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور اشخاص

نہیں۔“

لہذا اللہ کے اولیاء، اہل تقویٰ اور اہل ایمان لوگ ہیں، وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کی، اللہ کے دین پر جے رہے اور شرک اور نافرمانیوں کو ترک کر دیا، یہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں جن سے اللہ کی خاطر محبت رکھنا واجب ہے، لیکن اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارنا، پریشانیوں میں ان سے مدد طلب کرنا، ان کی قبروں پر تعمیر کرنا جائز نہیں، نیز انبیائے کرام کی قبروں پر بھی تعمیر کرنا جائز نہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

(\*) ”نور علی الدرہ، للإمام ابن باز“، د/الشويعر (۱۶۶/۲-۱۷۳).

”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیں۔“  
 نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ”آگاہ رہو! تم سے پہلے جو لوگ تھے“ یعنی سابقہ امتیں ”وہ  
 اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجدیں بنا لیے کرتے تھے، خبردار! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا، میں  
 تمہیں اس سے روکتا ہوں۔“ (مسلم)

چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو انبیاء و صالحین کی قبروں پر مسجدیں بنانے سے روکا اور انہیں اس  
 سے احتراز کرنا کا حکم دیا ہے، اور ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں  
 جاہر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ”رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ  
 (پختہ) کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ لہذا قبر پر کوئی قبہ، کوئی کمرہ  
 اور مسجد تعمیر نہیں کی جائے گی، بلکہ اس سے احتراز کرنا ضروری ہے، بلکہ قبر اسی طرح ظاہر اور کھلی چھوڑ  
 دی جائے گی جس طرح نبی ﷺ کے عہد مبارک میں بقیع وغیرہ میں واضح اور کھلی ہوئی زمین پر  
 ہوتی تھی جس میں کوئی تعمیر یا عمارت نہیں ہوتی تھی، قبر زمین سے ایک بالشت اونچی ہوتا کہ پتہ چل  
 سکے کہ یہ قبر ہے، اس پر کوئی تعمیر نہ ہو، اسے چونا گچ (پختہ) نہ کیا جائے، اس پر کوئی قبہ یا مسجد نہ بنائی  
 جائے، یہ سبھی چیزیں جائز نہیں ہیں۔

قبروں پر بنائی جانے والی یہ مسجدیں اور قبے شرک کے اسباب میں سے ہیں، جب ایک گنوار  
 شخص ان قبروں کو دیکھتا ہے کہ قبوں اور مسجدوں کے ذریعہ ان کی تعظیم کی گئی ہے، بسا اوقات ان کے  
 فرش کو آراستہ کیا گیا ہوتا اور بسا اوقات انہیں خوشبوؤں میں بسایا گیا ہوتا ہے، تو یہ شرک کے اسباب  
 میں سے اور ایسی بدعت ہو جاتا ہے جس پر شرک اکبر مترتب ہوتا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا  
 سوال کرتے ہیں، جب عوام لوگ اس عمل کو دیکھتے ہیں، تو انہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارتے، پریشانیوں  
 میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان پر ہاتھ پھیرتے اور چھوتے ہیں۔

جہاں تک مومن کا اپنے بھائی پر سلام پڑھنے کے لیے اس کی قبر کی زیارت کرنے کا تعلق ہے،

تو اگر قبر ظاہر اور کھلی جگہ میں ہے، اس میں کوئی قبہ اور مسجد نہیں ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ سنت ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے: ”قبروں کی زیارت کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“ [ابن ماجہ]

لہذا اگر کوئی قبروں کی زیارت ان قبر والوں پر سلام پڑھنے اور ان کے لیے دعا کرنے کے مقصد سے کرتا ہے، تو یہ مشروع ہے۔

البتہ اگر ان کی زیارت اس لیے کرتا ہے تاکہ انہیں اللہ کو چھوڑ کر پکارے، یا ان سے فریادری چاہے، یا ان سے مدد طلب کرے، تو یہ شرک اکبر ہے، ایسا کرنا جائز نہیں۔ لہذا جو شخص صاحب قبر سے کہتا ہے کہ: المدد المدد (یعنی مدد کا سوال ہے یا مدد کیجیے) یا اے سیدی فلان میری فریادری کیجیے، یا میری مدد کیجیے، یا میرے بیمار کو شفا یاب کر دیجیے، یا میں آپ کے پناہ میں ہوں، یا میں آپ کی حمایت میں ہوں... تو یہ غیر اللہ کو پکارنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، یہ پہلی جاہلیت کے کاموں، ابو جہل اور اس کے مشابہ لوگوں کے جنس سے ہے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان باتوں سے پرہیز کریں، اور انہیں ترک کرنے کی آپس میں ایک دوسرے کو تلقین اور نصیحت کریں خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔

جہاں تک ان میں سے زندہ و باحیات لوگوں کا تعلق ہے، تو جب آدمی ان کی زیارت کرے گا تو ان سے اللہ کی خاطر محبت کی وجہ سے ان کو سلام کرے گا، تو اللہ کی خاطر ان سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کی زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ان سے تبرک لینے کے مقصد سے ان کی زیارت نہیں کرے گا، جو شخص ان کی زیارت کرے، انہیں سلام کرے، ان کے احوال کی جانکاری حاصل کرے، بھلائی کے کاموں، یا علم کی باتوں میں ان کے ساتھ مذاکرہ کرے، یہ سب اچھی چیز ہے، یا اس لیے تاکہ وہ لوگ اس کے لیے دعا و استغفار کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر وہ کہے: میرے لیے دعا کیجیے، یا میرے لیے مغفرت طلب کیجیے، تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں

ہے۔

البتہ اگر اس کی زیارت اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنے کہ وجہ سے کر رہا ہے کہ اسے اللہ کو چھوڑ کر پکارا جاسکتا ہے، یا وہ اس لائق ہے کہ اللہ کے ماسوا اس کی عبادت کی جائے خواہ وہ زیاندہ ہو یا مردہ، کیونکہ وہ نفع یا نقصان پہنچاتا ہے، یا اس لیے کہ وہ کائنات میں تصرف کرتا ہے، یا اس کے مشابہ جاہلوں کے دوسرے اعتقادات، تو ایسا کرنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مخاطب فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَ لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَ بَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾  
”آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔“ (اعراف: ۱۸۸)

جب اولاد آدم کے سردار اور سب سے افضل مخلوق نبی ﷺ کسی کے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں، اور نہ انہیں غیب کا علم ہے، تو پھر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی کیا حیثیت ہے؟ لہذا غیب کا علم صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پاس ہے، وہی نفع و نقصان پہنچانے والا، دینے اور روکنے والا ہے، پس کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے علاوہ مردوں، یا غائب لوگوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا جن، یا فرشتوں کو پکارے۔ بلکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، نیز اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ کسی شخص کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ اللہ کی بجائے نفع اور نقصان پہنچا سکتا ہے، یا یہ کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ اللہ کی بجائے اس کی پرستش کی جائے، یا اللہ کی بجائے اسے پکارا جائے، یہ سب کے سب باطل اعتقاد اور کفر ہے، ہم



اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

البتہ زندہ، حاضر اور قدرت رکھنے والے شخص سے کہا جائے کہ: اے میرے بھائی! اس کام پر میری مدد کریں، آپ اس سے کہیں کہ: میری گاڑی کی اصلاح کرنے پر، یا میرا گھر بنانے پر، یا میری کھیتی باڑی میں میری مدد کریں، جبکہ وہ قادر ہو آپ کی بات سنتا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو میسر کیا ہے اس کے ذریعہ آپ کی مدد کرنے کی طاقت رکھتا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ امور لوگوں کے مابین جائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

﴿فَاَسْتَعَاثُهُ الذِّئِي مِنْ شَيْعَتِهِ عَلَى الذِّئِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾ (القصص: ۱۵)

”اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی۔“

اس لیے کہ وہ زندہ تھے اور اس کی بات کو سنتے تھے، اور موسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کرنے پر قادر تھے۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ مردوں کو پکارنا اور مردوں یا غائب لوگوں سے فریاد کرنا یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ وہ اس کی پکار کو سنتے اور نفع و نقصان پہنچاتے ہیں، تو یہی شرک اکبر ہے، یہ پہلی جاہلیت کے لوگوں کا عمل ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، اگرچہ وہ یہ کہے کہ: میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نفع و نقصان پہنچاتے ہیں، اور اگرچہ وہ یہ کہے کہ: میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک سفارشی ہیں، کیونکہ یہی مشرکین (مکہ) کا شرک ہے، مشرکین مکہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ نفع و نقصان پہنچاتے ہیں، بلکہ ان کا مقصد انہیں اللہ کے پاس سفارشی بنانا تھا، اور ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُنَا

عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو

نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ أَتَسْتَبِقُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [یونس: ۱۸]

”آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔“  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو شرک کا نام دیا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزمر میں فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا نَا إِلَى اللَّهِ زُلْفٰى﴾ (سورۃ الزمر: ۳)

اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔“

انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ وہ نفع اور نقصان پہنچاتے ہیں، نہیں بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ: تاکہ وہ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں، یہی ان کا عقیدہ تھا، وہ جانتے تھے کہ نفع اور نقصان پہنچانے والا صرف اللہ ہی ہے، لیکن وہ اولیاء، یا انبیاء، یا فرشتوں سے اللہ کے پاس سفارش طلب کرتے تھے، تاکہ وہ انہیں ان کے مطالبات سے نواز دے، اور یہ گمان کرتے تھے کہ وہ سفارشی ہیں اور وہ اللہ سے قریب کر دیتے ہیں، وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں، یا نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں، یہ جاہلیت کے اعتقاد میں سے نہیں تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے

ان کے اس شرک پر لڑائی کی۔

لہذا اسلام کے ہر مدعی پر واجب ہے کہ وہ اپنے دین کے اندر بصیرت اور تفقہ (گہری سمجھ بوجھ) حاصل کرے، اور قبر والوں سے تعلق قائم کرنے، اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکارنے، ان سے فریاد کرنے، ان کے لیے نذر ماننے اور ان کے لیے جانور ذبح کرنے سے احتراز کرے، اور یہ کہ یہی جاہلیت کا شرک ہے، جیسا کہ بعض لوگ یہی کام سید بدوی، یاسید حسین، یا عراق میں شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی قبر کے پاس کرتے ہیں، یہ سب کے سب اللہ کے ساتھ شرک ہے جائز نہیں ہے، نہ تو یہ حسین کے ساتھ جائز ہے، نہ بدوی کے ساتھ، نہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے ساتھ، نہ شام میں ابن عربی کے ساتھ، اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور انسان کے ساتھ۔ بلکہ عبادت کو اللہ کے لیے خالص کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ خالص اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (البینة: ۵)

”انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾ (الإسراء: ۲۳)

”اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔“  
یعنی اس نے حکم دیا ہے اور وصیت کی ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ﴾ (البقرة: ۲۱)

”اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔“

یہی اصل دین اور ملت کا اساس ہے اور یہی سب سے بڑا واجب اور سب سے اہم واجب ہے کہ تو اپنی دعا، اپنی نذر و نیاز، اپنی قربانی، اپنی نماز اور اپنے روزہ وغیرہ کے ذریعہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کر، نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ

بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الأنعام: ۱۶۲-۱۶۳)

”آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔“

نسک کا اطلاق ذبح پر ہوتا ہے اور عبادت پر بھی ہوتا ہے، پس جس طرح نماز اللہ کے لیے ہے، اسی طرح ذبح بھی اللہ کے لیے ہے، لہذا جن کے لیے جانور ذبح کیا جائے، یا اصحاب قبور، یا درختوں اور پتھروں کا ذبیحہ کے ذریعہ تقرب حاصل کیا جائے، یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے، اسی طرح ان کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی شرک ہے، جو آدمی کسی قبر پر کھڑے ہو کر ”المدد“ کہتا ہے، یا انہیں قریب سے پکارتا ہے: اے سیدی بدوی!، یا اے سیدی حسین! المدد المدد، یا اے سیدی عبدالقادر! المدد المدد، یہ شرک اکبر ہے، یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّ الْمُسْلِمِينَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

”اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

اس آیت میں ”أحدًا“ کا لفظ عام ہے جو انبیاء اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو شامل ہے۔ وہ نہی کے سیاق میں نکرہ واقع ہوا ہے جو انبیاء، فرشتوں اور جن و انس سبھی کو اپنے عموم میں سمیٹے ہوئے ہے۔ نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس: ۱۰۶)

”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“  
یعنی مشرکین میں سے ہو جاؤ گے۔

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو پکارنے والوں کو ”کافر“ کہا ہے، اگرچہ وہ یہ کہتے پھر ہیں کہ ہم انہیں الہ (معبود) کا نام نہیں دیتے ہیں، اور خواہ وہ یہ کہیں کہ: ہم انہیں سادۃ (سردار) کہتے ہیں، یا ہم انہیں اولیاء کہتے ہیں، وہ لوگ جب بھی انہیں پکاریں یا ان سے فریاد کریں تو انہوں نے انہیں معبود بنا لیا، اگرچہ وہ انہیں معبود کا نام نہ دیں، کیونکہ ناموں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے بلکہ حقائق (امرواقع) کا اعتبار ہوتا ہے۔

چنانچہ جو شخص اللہ کی بجائے کسی کی عبادت کرتا اور اس سے فریاد طلب کرتا ہے، تو اس نے اس کو الہ (معبود) بنا دیا، اگرچہ اسے الہ (معبود) کا نام نہ دے، اور اگرچہ وہ کہے کہ: وہ سید ہے، یا وہ ولی

ہے، یا وہ اس طرح یا اس طرح ہے، یا کوئی دوسرا نام لے، کیونکہ امور کے اندر حقائق اور معانی کا اعتبار ہوتا ہے، الفاظ کا نہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے سبھی مسلمان بھائیوں کو ہدایت دے، نیز ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ حق سے نا آشنا کی ہدایت کی طرف رہنمائی کرے، اور مسلمانوں کے اندر علمائے حق اور علمائے ہدایت کی تعداد زیادہ کرے، تاکہ وہ لوگوں کو بصیرت سے آشنا کریں، اور انہیں اللہ کی توحید اور اس حق کی طرف رہنمائی کریں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، نیز ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ جاہل کی اس بات کی طرف رہنمائی کرے کہ وہ علم حاصل کرے، سوال کرے، آگاہی اور بصیرت حاصل کرے، اور اندھی تقلید پر راضی نہ ہو، سبھی وہ لوگ جو قبروں سے رابطہ رکھتے ہیں، یا قبروں کو پکارتے ہیں، یا اللہ کے احکام سے نا آشنا ہیں، ان سب کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ علمائے حق، علمائے سنت اور اہل بصیرت سے سوال کریں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الدِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳)

”پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کر لو۔“

نیز پیغمبر ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ان لوگوں سے جنہوں نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تھا، فرمایا: ”جب انہیں علم نہیں تھا تو انہوں نے دریافت کیوں نہیں کیا، نہ جاننے کا علاج سوال (دریافت) کرنا ہی ہے۔“ (احمد، ابوداؤد)

جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رسول ﷺ بشر نہیں ہیں:

جس (۱) آدمی کا انتقال اس عقیدے پر ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں یعنی آدم علیہ

(۱) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۳۱۹/۵).

السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں، یا آپ کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہے تو یہ کفر یہ عقیدہ ہے اور اس کا اعتقاد رکھنے والا کافر کفر اکبر کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ آپ کو پکارتا، یا آپ سے استغاثہ کرتا، یا آپ کے لئے، یا آپ کے علاوہ دوسرے انبیاء و صالحین، یا جنات، یا فرشتوں، یا بتوں کیلئے نذر مانتا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ یہ کام پہلے مشرکین جیسے ابو جہل اور اس کے ہم مثل لوگوں کے اعمال کے قبیل سے ہے۔

اور جس کا انتقال اس عقیدے پر ہوگا اس کو نہ غسل دیا جائے گا، نہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی اس کو مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے لئے دعا کی جائے گی اور نہ ہی اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے گا، کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أَوْلِيَاءَ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنََّّهُمْ أَصْحَابُ الْحَجِيمِ﴾ (سورة التوبة: ۱۱۳)

" پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔"

**رسول ﷺ کا اپنے اوپر سلام پڑھنے کے لیے آنے والے کو سننا اور دیکھنا:**

ابوداؤد (۱) نے حیدر سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جو بھی مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔" (احمد، ابوداؤد)

اہل علم کی ایک جماعت نے اس حدیث سے اس بات کی دلیل پکڑی ہے کہ جب آپ پر روح لوٹائی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر سلام پڑھنے والوں کے سلام کو سنتے ہیں۔ جبکہ دوسرے اہل علم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مذکورہ مسئلہ میں بالکل صریح نہیں ہے اور نہ ہی اس

(۱) "مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ" (۲/۳۹۴-۳۹۵)۔

حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آپ پر سلام پڑھتے ہیں، بلکہ حدیث کا ظاہری مفہوم تمام مسلمانوں کیلئے عام ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، لہذا اس دن تم لوگ کثرت سے مجھ پر درود و سلام بھیجو کیونکہ تمہارے درود و سلام کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے درود و سلام آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نیوں کے جسموں کو کھائے۔" (اس کی تخریج ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حسن سند کے ساتھ کی ہے)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"بے شک اللہ کے کچھ چکر لگانے والے فرشتے ہیں جو مجھ تک میری امت کے درود و سلام

کو پہنچاتے رہتے ہیں۔" (نسائی، احمد)

یہ حدیثیں اور اس معنی کی دیگر حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے والوں کے درود و سلام کو پہنچایا جاتا ہے، اور ان احادیث کے اندر اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں، لہذا کسی قابل اعتماد اور واضح دلیل کے بغیر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ آپ اس کو سنتے ہیں کیونکہ یہ امور اور اس کے مثل دیگر امور توفیقی ہیں جن میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے، اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورة النساء : ۵۹)

"اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)



کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔"

اور جب ہم اس مسئلہ کو قرآن کریم اور صحیح احادیث کی طرف لوٹاتے ہیں تو ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر درود و سلام بھیجنے والوں کے درود و سلام کو سنتے ہیں، حدیث کے اندر اتنا ضرور ہے کہ درود و سلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے، اور بعض احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ فرشتے ہی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ واللہ سبحانہ أعلم۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر سلام بھیجنے والے کو دیکھتے ہیں تو اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس پر دلالت کرتی ہو۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل دنیا کے حالات اور ان سے رونما ہونے والے حادثات و واقعات کا کوئی علم نہیں رکھتے، کیونکہ مردہ کا تعلق اہل دنیا اور ان کے احوال کی جانکاری سے بالکل کٹ جاتا ہے جیسا کہ اس کی دلیلیں گزر چکی ہیں۔ اور اس باب میں جن حکایات اور خوابوں کو بیان کیا جاتا ہے، اور جو کچھ بعض اہل تصوف اپنے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے اور آپ کے ان کے حالات سے مطلع ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں، اور اسی طرح جو بعض میلادی لوگ اپنے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے کا ذکر کرتے ہیں، تو ان تمام چیزوں کی کوئی صحت نہیں اور نہ ہی اس پر اعتماد و بھروسہ کرنا جائز ہے، کیونکہ شرعی دلیلیں اللہ سبحانہ کے کلام (قرآن مجید) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام (احادیث) اور اہل علم کے محقق اجماع میں محصور ہیں۔

جہاں تک آراء و افکار، حکایات اور قیاسات کا تعلق ہے، تو ان تمام چیزوں کا اس باب میں کوئی

اعتبار نہیں، اور جن چیزوں کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اُن کے اثبات میں ان میں سے کسی چیز پر بھی اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

## نبی ﷺ کی قسم کھانا:

نبی (۱) کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے علاوہ دیگر مخلوقات کی قسم کھانا عظیم منکر اور محرّمات شرکیہ میں سے ہے اور کسی کے لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت میں اور اس کے شرک ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں جیسا کہ صحیحین میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جسے قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔" (بخاری و مسلم)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: "جس کو قسم کھانا ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے یا پھر خاموش رہے۔" (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔" (ابوداؤد، ترمذی)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں۔" (ابوداؤد، احمد)

اس باب سے متعلق احادیث بہت زیادہ اور معروف و مشہور ہیں۔

لہذا مذکورہ احادیث اور ان کے علاوہ دیگر احادیث کی بنا پر تمام مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے کہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قسم کھائیں اور کسی شخص کیلئے غیر اللہ کی قسم کھانی

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۱۴۳/۳)۔

جائز نہیں چاہے وہ جو بھی ہو۔

## حیاتِ خضر اور ان کی جگہ:

خضر (۱) ایک طویل زمانے سے مرچکے ہیں، اور درست بات یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں، اور وہ ایک نیک آدمی تھے۔ جبکہ اہل علم کی ایک جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ وہ ایک نبی تھے، اور قرآن کریم کے ظاہر سے یہی بات راجح ترین معلوم ہوتی ہے، مگر ان کی قبر کا پتہ نہیں ہے، اور اگر پتہ بھی چل جائے تو ان کے بارے میں غلو کرنا، ان کے لیے نذر ماننا، اللہ کی بجائے ان کو پکارنا، ان سے تبرک لینا اور ان کی قبر پر تعمیر کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عظیم منکر کام ہے۔

بلکہ خضر کے لیے نذر ماننا یا اللہ کی بجائے ان کو پکارنا شرک اکبر میں سے ہے، جیسے کہ انبیاء و صالحین کو پکارنا اور ان سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

”پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا

يُفْلِحُ الْكٰفِرُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس

اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“

لہذا کسی مرد و عورت کے لیے خضر کو پکارنا، ان سے فریاد کرنا، ان کے لیے نذر ماننا اور ان کی مزعومہ قبر کا طواف کرنا جائز نہیں ہے، یہ سب کے سب ناجائز بلکہ شرک اکبر میں سے ہیں، ان کو

(۱) ”نور علی الدرر، للإمام ابن باز“، د/الشیخ (۲/۸۵-۸۶)۔

پکارنا، ان کے لیے نذر ماننا، ان سے فریاد کرنا شرک اکبر میں سے ہے، اور اس قبر کا طواف کرنا جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ خضر کی قبر ہے، یا کسی دوسرے کی قبر کا طواف کرنا، اس قبر والے سے ثواب مانگتے ہوئے یا فائدہ طلب کرتے ہوئے، شرک اکبر ہے۔

لہذا اس قبر پر آنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اسے ترک کر دے اور اس سے احتراز کرے، نیز اگر وہاں مسلم حکومت ہے تو اس پر واجب ہے کہ اسے منہدم کر کے مٹا دے؛ کیونکہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے جس کی کوئی صحت نہیں۔

### رافضہ کا جشن اور ان کا اہل بیت سے فریاد کرنا:

یہ (۱) ایک گھناؤنی اور ناپسندیدہ بدعت ہے جس کا ترک کرنا واجب ہے، اور اس میں شرکت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کے اندر پیش کئے جانے والے کھانے کا تناول کرنا جائز ہے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور غیر اہل بیت میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا کام نہیں کیا ہے، اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: "جس نے ہمارے امر (دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔" (بخاری و مسلم)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر (شریعت) کے موافق نہیں ہے تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔" (مسلم)

اس معنی کی اور بہت سی حدیثیں ہیں۔

البتہ رہا مسئلہ مردوں اور اہل بیت سے فریاد کرنے کا تو اہل علم کے اجماع کے مطابق یہ شرک اکبر ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

الْكَافِرُونَ﴾ (المومنون: ۱۱۷)

(۱) "مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ" (۸/۳۲۰-۳۲۱).

”جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اسکے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“  
نیز اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الحج: ۱۸)

”اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کیلئے خاص ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“  
اور اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾  
(الأحقاف: ۵-۶)

”اور اس سے بڑھکر گمراہ کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔ اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے۔“  
نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلَّ يَوْمٍ فِي أَجَلٍ مُّسَمًّى ذَلِكَمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بَشِيرِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر: ۱۳-۱۴)

”وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے، ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے، یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گھٹلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو

وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔“

اس معنی کی آیتیں بہت زیادہ ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الدعاء هو العبادة))

”دعا ہی عبادت ہے۔“ [احمد، ابوداؤد]

اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:  
 ”آپ ﷺ نے غیر اللہ کے لئے ذبیحہ پیش کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔“ (صحیح مسلم)  
 لہذا تمام شیعہ اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں پر عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا،  
 اور غیر اللہ سے استغاثہ کرنے، مُردوں اور غائب لوگوں کو پکارنے سے بچنا ضروری ہے،  
 چاہے وہ اہل بیت میں سے ہوں یا ان کے علاوہ سے۔



## توسل اور وسیلہ (\*)

وسیلہ کی تین قسمیں ہیں:

ایک قسم توسل مشروع ہے، جس سے مراد اللہ کی توحید، اس پر ایمان، اعمال صالحہ اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ لینا ہے۔

دوسری قسم توسل شرکی ہے، اور وہ مردوں کو پکار کر اللہ کی طرف وسیلہ لینا ہے...

تیسری قسم ناجائز توسل بدعی ہے، اور وہ فلاں کے حق یا فلاں کے جاہ کے ذریعہ وسیلہ لینا ہے۔

توسل مشروع:

ایمان، عمل صالح اور اللہ عزوجل کی مشروع کردہ تمام چیزوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ اختیار کرنا مشروع وسیلہ ہے، اور یہی مفہوم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان میں مراد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (المائدة: ۳۵)

”مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو۔“

یعنی اس کی اطاعت، جیسے نماز، روزہ، صدقہ، حج اور اللہ کے لیے عبادت خالص کر کے اس کی

قربت تلاش کرو۔

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان: ﴿قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ﴾ (الإسراء: ۵۶)

”کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو۔“ یعنی اللہ کے سوا بتوں،

درختوں، پتھروں، انبیاء وغیرہ کو جو معبود سمجھ رکھا ہے انہیں پکار کر دیکھو۔

﴿فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضَّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا﴾ (الإسراء: ۵۶)

”لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔“

(\*) ”نور علی الدرب، للإمام ابن باز“، د/الشويعر (۱۱۷-۱۱۱/۲).

یعنی وہ لوگ جنہیں پکارا جا رہا ہے اپنے پکارنے والوں کی کسی تکلیف جیسے بیماری، یا جنون، یا کسی دوسری تکلیف کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

﴿وَلَا تَحْصُوا يٰۤاٰرَٔٓ﴾ ”اور نہ ہی بدل سکتے ہیں۔“ یعنی: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف، سختی سے آسانی کی طرف، یا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف بدلنے کے مالک نہیں ہیں، بلکہ وہ اس سے عاجز و بے بس ہیں، یہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اُوۤلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾ (الإسراء: ۵۷) ”جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں۔“

یعنی وہ انبیاء و صالحین، یا فرشتے جنہیں یہ مشرک لوگ پکارتے ہیں۔

﴿يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ (الإسراء: ۵۷) ”وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں۔“ یعنی وہ لوگ اللہ سے وسیلہ طلب کرتے ہیں، اور وہ اس کی اطاعت جیسے نماز، روزہ اور صدقات وغیرہ کے ذریعہ اس کی قربت تلاش کرنا ہے، اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اسی لیے وہ عمل کرتے ہیں اور اس کی اطاعت میں کوشاں رہتے ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔

لہذا اس وسیلہ کا مطلب اللہ کے حق کو انجام دینا ہے یعنی اس کی توحید کو ماننا اور اوامر کی بجا آوری کر کے اور منہیات سے اجتناب کر کے اس کی اطاعت کرنا، اور یہی وسیلہ ایمان، ہدایت اور تقویٰ ہے، اور یہی وہ قول و عمل ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ چنانچہ یہ وسیلہ واجبات میں سے ایک واجب اور مستحبات میں سے ایک مستحب ہے۔ پس اللہ کی توحید، اس کے لیے اخلاص، نماز قائم کر کے، زکوٰۃ کی ادائیگی کر کے، رمضان کا روزہ رکھ کر اور خانہ کعبہ کا حج کر کے اس کی طرف وسیلہ تلاش کرنا ایک لازمی اور ضروری امر ہے، اسی طرح نافرمانی اور گناہوں کو ترک کر کے اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈنا بھی ایک ضروری اور لازمی امر ہے۔



نیز نفلی عبادات جیسے کہ نفلی نماز، نفلی روزہ، نفلی صدقہ اور بکثرت ذکر الہی کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ تلاش کرنا بھی مستحب، نیکی اور اطاعت ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات کے اسباب میں سے قرار دیا ہے۔

یہی شرعی وسائل ہیں، جیسا کہ غار والوں کے قصہ میں ہے، جنہوں نے رات گزارنے اور بارش سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی اور اس میں داخل ہو گئے، تو ان کے اوپر ایک چٹان آگئی اور غار کے منہ کو بند کر دیا، وہ آپس میں کہنے لگے: اس مصیبت سے تمہیں اسی صورت میں نجات مل سکتی ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، لہذا اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ سے دعا کرو اور اس کی طرف متوجہ ہو، چنانچہ ان میں سے ایک نے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعہ اپنے رب سے دعا کی اور سوال کیا، دوسرے نے عورت پر قدرت رکھنے کے باوجود زنا سے پاکدامنی کو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا، اور تیسرے نے امانت کی ادائیگی کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا کہ اس کے پاس ایک مزدور کی مزدوری تھی جسے وہ بڑھاتا رہا، پھر جب وہ مزدور اپنی مزدوری لینے آیا تو اسے سب کچھ دیدیا، چنانچہ اس نیک عملی وسیلہ کے ذریعہ ان کے اوپر سے چٹان ہٹ گئی، یہ اللہ تعالیٰ کے لطف و احسان اور اس کی عظیم آیات میں سے ہے کہ اس نے ان کی پریشانی کو دور کر دیا اور اس چٹان کا غار کے منہ کو بند کر دینے کو ان کے لیے ان اعمال کے ذریعہ وسیلہ پکڑنے کا سبب بنادیا، نیز لوگوں کو اعمال صالحہ کی فضیلت معلوم ہو جائے، اور یہ کہ وہ پریشانیوں کو دور کرنے اور معاملات کو آسان کرنے کے اسباب میں سے ہے، اور یہ کہ بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے غضب اور اس کی سزا کے اسباب سے اجتناب کرے، جب وہ نافرمانی اور گناہ پر اقدام کرے تو وہ ڈر جائے اور اس سے دور رہے، اور جب نیکی اور بھلائی پر قادر ہو تو اسے کر گزرے۔

جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کا عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ توسل کا تعلق ہے تو یہ عباس رضی اللہ عنہ

کی دعا کے ذریعہ تو سل تھا۔ کیونکہ جب لوگ قحط سالی سے دوچار ہوتے تھے، تو نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش کا سوال کرتے تھے، لوگ آپ کے پاس دوڑ کر آتے تھے اور کہتے: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بارش طلب کیجیے، مال و اسباب تباہ ہو گئے، اور راستے کٹ گئے، یعنی قحط کے سبب، چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرتے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ بندوں کو بارش سے سیراب کرے، تو اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے نوازتا تھا، پھر جب عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ قحط سالی سے دوچار ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! جب نبی ﷺ ہمارے درمیان تھے تو ہم تیری طرف اپنے نبی کی دعا کا وسیلہ لیتے تھے، تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا، اور اب ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کی دعا کو وسیلہ بناتے ہیں، پس تو ہمیں بارش سے سیراب کر، اے عباس! کھڑے ہوں اور ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں، چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان کے لیے دعا کی اور بارش طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سیراب کیا۔ عباس نبی ﷺ کے چچا ہیں اور یہ عباس رضی اللہ عنہ کی دعاء کا تو سل ہے، جس طرح کہ وہ نبی ﷺ کی زندگی میں آپ کی دعاء کا وسیلہ لیتے تھے، اس سے پتہ چلا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے ذریعہ استغاثہ نہیں کیا جاسکتا، اور آپ سے مدد نہیں طلب کی جاسکتی، کیونکہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے، آپ کا دنیا سے متعلق عمل ختم ہو چکا، اسی لیے عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ لوگوں کو بارش سے نوازے، چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے لوگوں کو بارانِ رحمت سے سیراب کیا۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں یزید بن الاسود سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کریں، چنانچہ یزید کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا، تو اللہ نے لوگوں کو بارش سے سیراب کیا۔ اس میں شرعی طور پر کوئی حرج نہیں ہے۔ ولی الامر (حاکم)، یا مسجد کا خطیب کسی عالم سے یا نیک آدمی سے کہے کہ: اے فلاں! مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ

اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے سیراب کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا اور جیسا کہ معاویہ نے یزید بن الاسود کے ساتھ کیا، اسی طرح انسان یہ دعا کرے: اللھم انی أسألك بأسمائك الحسنی، وصفاتك العلی، أن تغیننا وأن ترحمنا، وأن تغفر لنا. (اے اللہ! میں تیرے اسمائے حسنی اور بلند و بالا صفات کے واسطے سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو ہمیں بارش سے نواز، ہم پر رحم فرما اور ہمیں بخش دے)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔“

لہذا آپ اور اسی طرح آپ کے علاوہ دوسرے بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا وسیلہ اپناتے ہوئے سوال کریں اور قحط سالی وغیرہ میں مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

### ممنوع تو سئل:

مردوں کی دعا اور مردوں سے استغاثہ کے ذریعہ اللہ کی طرف وسیلہ لینا، یہ شریک و سائل ہیں، جنہیں مشرکین و وسیلہ کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ درحقیقت شرک اکبر ہیں، اور یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان میں مراد ہیں:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْضُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ [یونس: ۱۸]

”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“

نیز اللہ عز و جل کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾ (الزمر: ۳)

”اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی

عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔“

یعنی کہتے ہیں کہ: ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، تو انہوں نے اس معنی کے اعتبار سے انہیں وسیلہ بنایا تھا، یعنی ان سے سوال اور دعا کرنے، ان سے شفاعت، دشمنوں پر نصرت اور بیماروں کی شفا یابی وغیرہ طلب کرنے کا وسیلہ بنایا تھا۔

اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس طرح وہ ان کے لیے وسیلہ بن جائیں گے، جبکہ یہی شرک اکبر ہے، اور یہی مشرکین کا دین ہے، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی عافیت طلب کرتے ہیں، کیونکہ مشرکین کا گمان ہے کہ: ان کا انبیاء، فرشتوں، صالحین اور جنوں کی عبادت کرنا ان کے مقاصد کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اور یہ کہ یہ معبودات (پرستش کیے جانے والے) اللہ کے پاس ان کے لیے سفارش کریں گے اور انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس زعم کو باطل قرار دیا اور انہیں اس بابت جھٹلادیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے بعد: ﴿وَيَعْبُدُونَ مَنْ دُونَ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ ”اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔“ [یونس: ۱۸]

ان کے حق میں فرمایا: ﴿قُلْ أَتَنْبِئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

”آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔“

اور سورہ زمر کی آیت میں: ﴿وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا

لِيُقَرَّبُونَآ إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ﴿۳﴾ (الزمر: ۳) ”اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ جھوٹا قرار دیا:

﴿۱۰﴾ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ (الزمر: ۳)

”یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ خود کرے گا جھوٹے اور نا شکرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا۔“

اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اس قول میں کہ: ”یہ بزرگ ہمیں اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک رسائی کرادیں گے“ جھوٹا قرار دیا ہے اور ان کے اس عمل یعنی انہیں پکارنے، ان سے فریاد کرنے اور ان کے لیے نذر ماننے کے سبب انہیں کافر قرار دیا ہے۔

تمام مکلفین بلکہ تمام لوگوں پر اس وسیلہ سے احتراز کرنا واجب ہے، نہ تو اسے مکلف اپنائے اور نہ ہی غیر مکلف، بلکہ مکلف پر واجب و ضروری ہے کہ اس سے خود احتراز کرے اور غیر مکلف جیسے کہ اپنی اولاد کو بھی اس سے آگاہ کرے۔ لہذا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے گی، اور اسی کو پکارا جائے گا، اسی سے امید رکھی جائے گی اور اسی سے دشمنوں پر مدد، بیماروں کے لیے شفا یابی اور اس کے علاوہ بندوں کے دیگر حاجات طلب کیے جائیں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں فرماتا ہے:

﴿۱۰﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿۵۶-۵۷﴾ (الذاریات: ۵۶-۵۷)

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ

میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں تو انائی والا اور زور آور ہے۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(البقرة: ۲۱)

”اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾

(الأعراف: ۱۸۸)

”آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔“

آپ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں، اللہ کے سوا معبود نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ کے ساتھ معبود ہیں۔

نیز اللہ جل و علا نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا وَ أَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ

كَادُوا يَكْفُرُونَ عَلَيْهِ لَبَدًّا﴾ (الجن: ۱۸-۱۹)

اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑکی بھیڑ بن کر اس پر پل پڑیں۔“

اے محمد! آپ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ:

﴿إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۱۹)

”میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔“

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ

أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً﴾ (الجن: ۲۱-۲۳)

”کہہ دیجیے کہ مجھے تمہارے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں، کہہ دیجیے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی نہیں پاسکتا البتہ میرا کام اللہ کی بات اور اس کے پیغامات (لوگوں کو) پہنچا دینا ہے۔“

بلکہ یہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی نفع و نقصان کا مالک ہے، دینا اور روکنا، بیماریوں سے شفا یابی، دشمنوں پر فتح و نصرت صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

**ممنوع بدعی توسل:**

فلاں کے جاہ و منصب، اور فلاں کے حق کا وسیلہ لینا، یہ وسیلہ ممنوع ہے، لیکن شرک اکبر نہیں ہے، بلکہ یہ شرک کے وسائل و ذرائع میں سے ہے، جیسے کہ یہ کہنا: اللهم انی أسئلك بجاه محمد، بجاه فلان، وحق أنبيائك (اے اللہ! میں محمد ﷺ کی جاہ، فلاں کی جاہ اور تیرے انبیاء کے حق کے واسطے سے سوال کرتا ہوں)، ایسا کہنا جائز نہیں ہے، یہ بدعت ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔“

**رسول ﷺ سے توسل کا مشروع طریقہ:**

رسول (۱) صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی اتباع اور محبت، آپ کے اوامر کی اطاعت اور آپ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کر کے اور اللہ تعالیٰ کیلئے عبادت کو خالص کر کے، وسیلہ پکڑنا یہی اسلام ہے، اور یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کے ساتھ اس نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا، اور یہ ہر مکلف پر واجب ہے۔ نیز یہی دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی کا ذریعہ ہے۔

**رسول ﷺ سے شریک و وسیلہ:**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا مانگنے، آپ سے فریاد طلب کرنے، دشمنوں کے خلاف آپ سے مدد طلب کرنے، اور بیماروں کیلئے شفا طلب کرنے کا وسیلہ لینا، تو یہی شرک اکبر ہے اور یہی ابو جہل اور اس کے ہم مثل بت پرستوں کا دین ہے، اور اسی طرح آپ کے علاوہ دیگر انبیاء و اولیاء، یا جنوں، یا فرشتوں، یا درختوں، یا پتھروں، یا بتوں کیساتھ ایسا ہی کرنا، شریک و وسیلہ کے زمرے میں آتا ہے۔

**رسول ﷺ سے بدعی وسیلہ:**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ، یا آپ کے حق یا آپ کی ذات سے وسیلہ پکڑنا، مثال کے طور پر انسان یہ کہے کہ: اے اللہ! میں تیرے نبی کے واسطے سے، یا تیرے نبی کے جاہ و منصب کے واسطے سے، یا تیرے نبی کے حق کے واسطے سے، یا انبیوں کے جاہ و منصب کے واسطے سے، یا انبیوں کے واسطے سے، یا اولیاء و صالحین کے جاہ و منصب کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور اس طرح کی دیگر باتیں کہنا، تو یہ بدعت ہے اور شرک کے وسائل و ذرائع میں سے ہے، اور اس طرح نہ آپ ﷺ کے ساتھ کرنا جائز ہے اور نہ آپ کے علاوہ

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۵/۳۲۲-۳۲۳).



کسی دوسرے کے ساتھ، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے مشروع نہیں کیا ہے، حالانکہ عبادات توقیفی ہوتی ہیں ان میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہوتی مگر جس پر شریعت مطہرہ کا مہر ثبت ہو۔

رہا مسئلہ اندھے شخص کا آپ ﷺ کی زندگی میں آپ سے وسیلہ پکڑنے کا تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لینا اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا کریں اور اس کی بینائی کے واپس ہونے کی اللہ کے پاس سفارش کریں۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، یا جاہ، یا حق کا وسیلہ پکڑنا نہیں ہے جیسا کہ حدیث کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ علمائے سنت (حدیث) نے اس حدیث کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

اور یہ فعل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر زندہ لوگوں کے ساتھ بھی جائز ہے، جیسے آپ اپنے بھائی یا باپ سے یا جس کے بارے میں آپ کو خیر کا گمان ہو اس سے کہیں کہ: آپ میرے لئے اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بیماری سے شفا دے، یا میری بینائی واپس کر دے، یا مجھے صالح اولاد عطا فرمائے، یا اس طرح کے دیگر امور، تو یہ درست ہے اور اس کے جواز پر اہل علم کا اجماع ہے۔



## جادوگروں اور کاہنوں سے سوال کرنا اور ان کی تصدیق کرنا (\*)

بلاشبہ جادوگر، نجومی، اور رمال (ریت پر لکیر کھینچ کر آئندہ کے احوال معلوم کرنے والے) کی باتوں کی تصدیق کرنا اور ان سے کوئی چیز دریافت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ غیب کی باتوں کا دعویٰ ایسی چیزوں کے ذریعہ کرتے ہیں جنہیں وہ خود گڑھتے ہیں اور ان کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں، جیسے زمین پر لکیر کھینچنا، یا کنکری پھینکنا (مارنا)، یا ہتھیلی پڑھنا، یا فلاں اور فلاں ستارے کے بارے میں سوال کرنا، اور یہ کہ اس کی وجہ سے اتنے اور اتنے لوگ مریں گے، یا وہ اس کے ماں باپ کا نام بتاتے ہیں، اور یہ کہ جب وہ فلاں وقت میں تھا تو اس طرح تھا، حالانکہ یہ سبھی چیزیں باطل ہیں، اور وہ نجومیوں، کاہنوں، جادوگروں اور شعبہ بازوں کے اعمال میں سے ہیں، لہذا ان کی تصدیق کرنا جائز ہے اور نہ ہی ان سے سوال کرنا، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس کاہن ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ان کے پاس مت جاؤ۔“ انہوں نے کہا: ہم میں سے کچھ لوگ بدشکونی لیتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ ایک ایسی چیز ہے جو تم میں سے کوئی آدمی اپنے دل میں پاتا ہے، لہذا وہ تمہیں (تمہارے کام سے) نہ روکے۔“ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی نجومی کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔“ (صحیح مسلم)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی نجومی یا غیب دانی کے مدعی کے پاس آیا اور اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی، تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ چیز کا انکار کیا۔“

(\*) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ للإمام ابن باز (۸/۱۲۵-۱۳۰).

(احمد، ابوداؤد)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بدشگونی شرک ہے۔“ (احمد، ابوداؤد) آپ نے اسے تین بار کہا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ یہ تمام امور جاہلیت کے اعمال میں سے ہیں جن سے اجتناب کرنا اور آگاہ رہنا ضروری ہے، اور یہ کہ ایسا کرنے والوں کے پاس نہ جایا جائے، نہ ان سے سوال کیا جائے اور نہ ہی ان کی تصدیق کی جائے، کیونکہ ان کے پاس جانا اور اس سلسلے میں ان سے سوال کرنا، ان کی شان کو بلند کرنا ہے، اور یہ ملک میں ان کے معاملہ کو عام کرنے اور لوگوں کے ان کے بے بنیاد باطل امور کی تصدیق کرنے کا سبب بنتا ہے، نیز یہ بعض لوگوں کے شرک میں واقع ہونے اور کئی طرح کے باطل امور اور منکر چیزوں کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ: شیطان چوری چھپے آسمان سے باتیں سن لیتے ہیں، چنانچہ وہ آسمان سے فرشتوں کی بات چیت (گفتگو) سے ایک بات سنتے ہیں اور اس میں سوجھوٹ ملا دیتے ہیں، تو لوگ اس چرائی ہوئی بات کی وجہ سے ان کی اس جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں۔

لہذا احکام پر واجب ہے کہ ان کی تردید کریں اور شرعی اعتبار سے وہ جس سزا کے مستحق ہیں، انہیں وہ سزا دیں۔

اس سے بھی عظیم تر گناہ والا وہ شخص ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرے، لہذا ایسے شخص سے (پہلے) توبہ کرایا جائے گا، اگر وہ اس سے توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کافر ہونے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے گا، اور اسے غسل دیا جائے گا نہ اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا، کیونکہ غیب کا علم اللہ سبحانہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے۔

اور جب جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کے بارے میں سائل سے زیادہ مسؤل نہیں جانتا۔“ یعنی نہ میں اسے جانتا ہوں اور نہ آپ ہی۔  
اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْتَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (سورة الأعراف: ۱۸۷-۱۸۸)

”یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرمادیتے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا، وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی، وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں، آپ فرمادیتے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا: ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (سورة النمل: ۶۵)

”کہہ دیتے کہ آسمانوں والوں میں سے اور زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا، انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟“  
نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا إِنَّمَا

أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَحْشَاهَا ﴿﴾ (سورة النازعات : ٤٢-٤٥)

"لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کرتے ہیں۔ آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق؟ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے۔ آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں۔"

اس معنی کی اور بھی بہت ساری آیتیں ہیں۔

اسی طرح جادوگر بھی علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں، نیز ان کا کام لوگوں پر ان کے معاملے کو مشتبہ بنانا ہے، لہذا صحیح قول کے مطابق انہیں بغیر توبہ کے قتل کرنا واجب ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تین جادوگروں کا انکشاف ہوا اور ان کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا، کیونکہ علم غیب کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ ان کا ضرر بہت عظیم ہے، چنانچہ وہ لوگوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔

اور ان کے گندے کاموں میں سے: صرف (ایسا جادوئی عمل جس کے ذریعہ عورت کو اس کے شوہر سے اور شوہر کو اس کی بیوی سے متنفر کر دیا جائے)، عطف (ایسا جادوئی عمل جس کے ذریعہ بیوی کو شوہر کی نظر میں یا شوہر کو بیوی کی نظر میں محبوب بنا دیا جائے)، میاں بیوی اور رشتہ داروں کے درمیان تفریق پیدا کرنا ہے، جسے وہ جادو کے انواع و اقسام کے اعمال کر کے انجام دیتے ہیں جس سے تمام لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کے نزدیک مبغوض و قابل نفرت بنا دیتا ہے، اسے وہ جن و شیاطین سے حاصل کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ان کی خدمت کرتے ہیں، چنانچہ جن (جادوگر) انسان کی خدمت کرتا ہے اور انسان (یعنی جادوگر) جن کی خدمت کرتا ہے، جن جادوگر انسان کی خدمت اسے نزدیک اور دور کے ملکوں میں رونما ہونے والے بعض واقعات کی خبر دے کر اور لوگوں پر ظلم کرنے میں اس کی مدد کر کے کرتا ہے، جبکہ انسان جنوں کی خدمت اللہ کے ماسوا ان کی عبادت کر کے، ان سے دعائیں کر کے، انکے

لئے نذرمان کر اور ان کے لیے ذبیحہ پیش کر کے، اور اسی طرح کے دیگر اعمال کے ذریعہ کرتا ہے۔

اور یہی بعض کا بعض سے وہ فائدہ اٹھانا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مذکور ہے:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ قَدِ اسْتَكْبَرْتُمْ مِّنَ الْإِنسِ وَقَالَ أَوْلِيَاءُ هُمْ  
مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَمَلَنَا الَّذِي أَجَلْت لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ  
خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾ (الأنعام: ۱۲۸)

”اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کرے گا، (کہے گا) اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں سے بہت سے اپنا لئے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو تو نے ہمارے لئے معین فرمائی، اللہ فرمائے گا کہ تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے، ہاں اگر اللہ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔“

لہذا ارباب اقتدار و اختیار امراء و علماء پر واجب ہے کہ ایسی برائیوں کا قلع قمع کریں جو بعض ملکوں میں نجومیوں، کاہنوں اور جادوگروں کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں اور اسی طرح ان پر ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کو مقرر کریں جو ان کے بارے میں چھان بین کریں تاکہ ان کا خاتمہ کیا جاسکے، چنانچہ جوقتل کا مستحق ہو اسے قتل کیا جائے اور جو قید کا مستحق ہو اسے قید کیا جائے تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ اور ان کی پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ انکا وجود بہت بڑے شر اور عظیم خطرے کا سبب ہے۔

ان میں سے بعض طب عربی کے ذریعے لوگوں کا علاج و معالجہ کرتے ہیں، حالانکہ وہ لوگوں پر کذب بیانی سے کام لیتے ہیں تاکہ وہ شعبہ بازی، جنوں کی خدمت اور اللہ کو چھوڑ کر جنات کی عبادت کے ذریعے لوگوں کا علاج کرے، چنانچہ وہ ایک مرتبہ کامیاب ہوتا ہے اور سومرتبہ ناکام۔

اور یہ تمام چیزیں تدریس، جعل سازی، لوگوں کو دھوکہ دینا اور ان کے درمیان شر و برائی کو داخل کرنا ہے، چنانچہ بعض کہتے ہیں: اپنی ماں کا نام بتاؤ، فلاں فلاں چیز لاؤ، میں آپ کی بیماری کو جانتا ہوں اور میں اس کی مناسب دوا دیتا ہوں، پھر وہ اس طرح لوگوں سے بہت زیادہ مال انٹھتے ہیں اور انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتے، اور اگر وہ جادو گر انہیں فائدہ بھی پہنچائیں تب بھی یہ چیز ان کے پاس جانے، ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کو جائز نہیں ٹھہراتی ہے، شیطان کو بیماری کے دوا کی معرفت ہو سکتی ہے لیکن اس کا شر اور خطرہ بہت ہی عظیم اور سنگین ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بسا اوقات ان سے استفادہ کرنا ان کے پاس جانے اور ان سے سوال کرنے کا وجہ جواز نہیں بن سکتا، گرچہ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ وہ انہیں فائدہ پہنچاتے ہیں اور طب شععی (دلیسی دوائیوں) کے ذریعے بیماری کا علاج کرتے ہیں، جب کہ ان کے بارے معروف ہے کہ وہ کاہن، یا جادو گر، یا شعبدہ باز ہیں، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”جس نے بدشگونی لی یا اس کے لئے بدشگونی لی گئی یا کہانت کی یا اس کے لئے کہانت کی گئی یا اس

نے جادو کیا یا اس کے لئے جادو کیا گیا، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے، اور یہ لوگ دور جاہلیت میں موجود تھے۔ چنانچہ اہل جاہلیت اپنی نادانی اور گمراہی کی وجہ سے ان کے پاس فیصلہ کرانے جاتے اور ان سے علم غیب کے بارے میں سوال کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو، ان کے لیے شرعی احکام مقرر کر کے، اور ان کے لیے شرعی جھاڑ پھونک (دم) کو جائز قرار دے کر، نیز دعاؤں اور جائز دواؤں کو مشروع قرار دے کر، ان تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت نے اس چیز کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شریعت کو لوگوں کے بیچ حاکم اور فیصل بنا دیا ہے جس کی جانب وہ ہر چیز میں رجوع کرتے ہیں، لہذا انہیں کاہنوں، شعبدہ بازوں، نجومیوں اور جادو گروں کی کوئی ضرورت نہیں

جو ایسی چیزیں سیکھتے ہیں جن سے وہ لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور ان کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرتے ہیں، اور حقیقت میں وہ اللہ کے حکم کے بغیر اس کے ذریعے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السُّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (سورة البقرة: ۱۰۲)

”اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔“

چنانچہ یہ جادوئی چیزیں کبھی واقع ہوتی ہیں، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اجازت اور مشیت سے، اس کی بادشاہت اور ملک میں کوئی ایسی چیز واقع نہیں ہو سکتی جسے اللہ عز و جل نہ چاہے، اور جب یہ چیزیں اللہ کی مشیت اور اس کی تقدیر سے جاری ہوتی ہیں، تو ضروری ہے کہ ہم اللہ کی تقدیر کا علاج و معالجہ اس کی تقدیر سے ہی کریں۔ نیز واجب ہے کہ ہم ہر قسم کے شرک و معاصی سے جنگ کریں، یہ جانتے ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز بغیر اللہ کی مشیت کے وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ مگر اللہ نے ہمارے لئے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ ہم ان سے جنگ کریں اور ان سے دوری اختیار کریں، نیز ان میں شرعی حدود کو قائم کیا جائے۔



## جادو کو چھڑانے کیلئے جادوگر کی مدد لینا:

کسی (۱) بھی معاملے میں جادوگروں سے مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اگر ان کے بارے میں جادو کا کام کرنا ثابت ہو جائے تو حکومت کی جانب سے ان کو قتل کرنا اور ان کا صفایا کرنا ضروری ہے . . . کیونکہ (۲) وہ بے ایمان ہیں، نیز اس لیے کہ وہ جھوٹے اور فاجر ہیں، علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس جانے، ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے ڈرایا ہے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ (جادو کھولنے) کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: ”یہ شیطانی کام ہے۔“ (اسے امام احمد اور ابوداؤد نے اچھی سند سے روایت کیا ہے) اور (نشرہ) کہتے ہیں: جادو زدہ شخص سے جادو کو کھولنا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام سے مراد: وہ نشرہ ہے جسے اہل جاہلیت استعمال کرتے تھے، اور وہ جادوگر سے جادو کے کھولنے کا سوال کرنا، یا اسے دوسرے جادوگر کے واسطے سے اسی کے مثل جادو سے کھولنا ہے۔

(۱) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۱۳۶/۷).

(۲) ”مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ“ (۲۸۰/۳).

## طہارت (\*)

نماز کی چند شرطیں ہیں جو اس سے پہلے ہوتی ہیں، ان میں سے ایک: طہارت ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لا یقبل اللہ صلاۃ بغير طہور»  
"اللہ رب العالمین طہارت (پاکی) کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں کرتا۔" (بخاری و مسلم)  
لہذا جو آدمی حدث اکبر (جس سے غسل ضروری ہوتا ہے) اور حدث اصغر (جس سے وضو ضروری ہوتا ہے) اور نجاست (گندی چیزوں) سے طہارت و پاکی حاصل نہیں کرتا ہے تو اس کی نماز بارگاہ رب میں قابل قبول نہیں ہوگی۔

**طہارت کی دو قسمیں ہیں:**

**پہلی قسم:** پانی سے طہارت حاصل کرنا، اور یہی اصل ہے۔

**پانی کے احکام:**

ہر وہ پانی جو آسمان سے نازل ہوتا ہے، یا زمین سے نکلتا ہے تو وہ پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے جس کے ذریعہ حدث (ناپاکی) اور خبیث (گندی) چیزوں سے طہارت و پاکی حاصل کی جاسکتی ہے، اگرچہ کسی پاک چیز کی وجہ سے اس (پانی) کے رنگ، یا مزہ، یا بو میں تبدیلی آجائے، جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الماء طهور لا ینجسہ شیء))

”پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔“

اگر اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، مزہ اور بو) میں سے کوئی ایک وصف کسی نجاست کی وجہ سے تبدیل ہو جائے تو وہ پانی نجس (ناپاک) ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

نیز چیزوں میں اصل طہارت اور اباحت (جواز) ہے، لہذا جب کسی مسلمان کو کسی پانی،

(\*) ”منہج السالکین“ للعلامة السعدی.

یا کپڑے، یا کسی جگہ، یا ان کے علاوہ دیگر چیزوں کی نجاست کے بارے میں شک ہو جائے تو وہ پاک ہے، یا طہارت کے بارے میں یقین ہو اور حدث (ناپاکی) کے بارے میں شک ہو جائے تو وہ طاہر (پاک) ہے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے بارے میں جس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نماز کے اندر کوئی چیز محسوس کرتا ہے (یعنی حدث وغیرہ) ارشاد فرمایا کہ: ”وہ نماز سے نہ پلٹے یہاں تک کہ وہ ہوا کے نکلنے کی آواز سن لے، یا بو محسوس کرے۔“ (متفق علیہ)

**برتن کے احکام:**

تمام برتن مباح ہیں، مگر:

۱- سونے اور چاندی کے برتن۔

۲- اور اسی طرح وہ برتن جس میں کچھ سونا اور چاندی لگا ہو، حرام ہیں۔

مگر ضرورت کے وقت تھوڑی سی چاندی کا استعمال جائز ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ: " تم سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو، اور نہ ہی ان کی پلیٹوں میں کھانا کھاؤ؛ کیونکہ یہ دنیا میں ان (غیر مسلموں) کیلئے ہیں اور تمہارے (ایمان والوں کے) لئے آخرت میں ہیں۔ " (متفق علیہ)

**استنجا اور قضائے حاجت کے آداب:**

آدمی کے لئے مستحب ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو پہلے اپنے بائیں پیر کو داخل کرے

اور یہ دعا پڑھے: ((بسم الله، اللهم انى أعوذ بك من الخبث والخبائث))

”اللہ کے نام سے، اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

اور جب اس سے باہر نکلے تو پہلے اپنے دائیں پیر کو باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے:

((غفرانك)) "اے اللہ! میں تیری بخشش چاہتا ہوں۔"

«الحمد لله الذي أذهب عني الأذى وعافاني»

" تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہے جس نے مجھ سے گندگی دور کر کے مجھے عافیت دی۔ "

اسی طرح آدمی قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے وقت اپنے بائیں پیر کے سہارے بیٹھے اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے، اور کسی دیوار یا کسی اور چیز سے پردہ کر لے، اور اگر فضا (کھلے میدان) میں قضائے حاجت پوری کر رہا ہو تو لوگوں کی نظروں سے خوب دور چلا جائے۔

اور آدمی کیلئے جائز نہیں ہے کہ:

وہ اپنی قضائے حاجت راستے میں پوری کرے، یا لوگوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں، یا پھل دار درخت کے نیچے، یا ایسی جگہ پر جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو۔

نیز قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی جانب پیٹھ کرے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرو اور نہ ہی اس کی طرف اپنی پشت کرو، بلکہ مشرق یا مغرب کی جانب رخ کرو۔“ ( متفق علیہ )

(نوٹ: مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا مذکورہ حکم اہل مدینہ کے لیے ہے کیونکہ ان کا قبلہ جنوب کی طرف ہے۔)

جب آدمی اپنی قضائے حاجت پوری کر لے تو:

۱- تین پتھر یا اسی کی مانند دوسری چیز جس سے نجاست کہ جگہ (شرمگاہ) کی صفائی ہو جاتی ہو، اس سے استنجا کرے۔

۲- پھر پانی سے استنجا کرے، اور ان دونوں (پتھر اور پانی) میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی کافی ہے۔

نیز لید، گوبر (جانوروں کے فضلے) اور ہڈی سے استنجانہ کرے؛ کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

### وضو کا طریقہ:

یہ ہے کہ: حدث (ناپاکی) کو زائل کرنے، یا نماز وغیرہ کے لئے وضو کی نیت (دل سے ارادہ) کرے۔

اور تمام اعمال جیسے طہارت وغیرہ کے لیے نیت شرط ہے؛ کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔" (متفق علیہ)

پھر ”بسم اللہ“ کہے، اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھوئے، پھر تین لپوں سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالکر اسے صاف کرے، پھر تین مرتبہ اپنا چہرہ دھوئے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کرے بائیں طور کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ سر کے اگلے حصے سے گدی تک لیجائے پھر واپس سر کے اگلے حصے تک لائے، پھر اپنے دونوں کانوں میں شہادت کی دونوں انگلیوں کو ڈالکر کراٹھوٹھے سے دونوں کانوں کے ظاہری حصے کا مسح کرے، پھر دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت تین مرتبہ بار دھوئے۔ یہ وضو کا سب سے کامل طریقہ ہے جسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

اور ان میں سے فرض: یہ ہے کہ تمام اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھوئے، نیز ان کو اسی ترتیب سے دھوئے جس طرح کہ اللہ نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ  
وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ﴾ (سورة المائدة: ٦)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

اسی طرح اعضائے وضو کو دھونے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ کرے، بلکہ انہیں پے درپے (تسلسل کے ساتھ) دھوئے۔

### موزوں پر مسح کرنا:

اگر آدمی موزہ یا اسکے مانند کوئی دوسری چیز پہنے ہو، تو اگر وہ چاہے تو مقیم ہونے کی صورت میں ایک دن اور ایک رات، اور مسافر ہونے کی صورت میں تین دن اور تین رات ان پر مسح کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے شرط ہے کہ:

۱- اس نے با وضو ہو کر موزے پہنے ہوں۔

۲- اور یہ کہ وہ صرف حدث اصغر (چھوٹی ناپاکی) کی صورت میں مسح کرے گا۔

کیونکہ انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ: ”جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور موزہ پہن لے، (تو پھر جب وہ دوبارہ وضو کرے) تو ان (موزوں) پر مسح کرے اور انہیں میں نماز ادا کرے اور اگر چاہے تو ان کو جنابت کے علاوہ کسی اور صورت میں نہ نکالے۔“ (حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اگر کسی آدمی کے اعضائے وضو پر کسی ہڈی کے ٹوٹنے کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی ہو، یا زخم پر دوا لگی ہو اور پانی سے دھونے کی صورت میں اسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو ایسا شخص شفا یاب ہونے تک حدث اصغر و اکبر دونوں میں اس پر پانی کے ذریعہ مسح کرے گا۔

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ: یہ ہے کہ موزوں کے بیشتر ظاہری حصہ پر مسح کرے، جہاں تک پٹی کی بات ہے تو اس کے تمام حصے پر مسح کریں گے۔

**غسل کو واجب کرنے والے امور اور اس کا طریقہ:**

غسل درج ذیل امور کی وجہ سے واجب ہوتا ہے:

۱- جنابت کی وجہ سے: اس سے مراد جماع یا کسی اور وجہ سے منی کا نکلنا ہے۔

۲- دونوں نختنوں (شرمگاہ) کے ملاپ کی صورت میں۔

۳- حیض اور نفاس کے خون جاری ہونے کی وجہ سے۔

۴- شہید کے علاوہ شخص کی موت سے۔

۵- کافر کے اسلام لانے کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (سورة المائدة: ۶)

"اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لو، ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو، یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔"

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۲)

"اور جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔"

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کو نہلانے پر غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح اسلام قبول کرنے والے شخص کو بھی غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کا طریقہ:

- سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے۔

- پھر مکمل طور پر وضو کرتے تھے۔
- پھر اپنے سر پر تین لپ پانی ڈال کر اسے تر کرتے تھے۔
- پھر جسم کے بقیہ حصہ پر پانی ڈالتے تھے۔
- پھر دونوں پیروں کو الگ ہو کر دوسری جگہ پر دھوتے تھے۔

### غسل کے فرائض میں:

پورے بدن، اور گھٹے اور ہلکے بالوں کے نیچے کے حصے کو دھونا ہے۔ واللہ أعلم۔

### تیمم:

یہ طہارت کی دوسری قسم ہے: اور یہ پانی سے طہارت حاصل کرنے کا بدل (متبادل) ہے۔ جب اعضائے طہارت یا بعض اعضاء کیلئے پانی کا استعمال کرنا دشوار ہو جائے، یا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے، یا پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کے خوف سے، تو ایسی صورت میں پاک مٹی، پانی کے قائم مقام ہوتی ہے۔

### تیمم کرنے کا طریقہ:

- حدث (ناپاکی) کے زائل کرنے کی نیت (دل سے ارادہ) کرے۔
- پھر "بسم اللہ" کہے۔
- پھر دونوں ہاتھوں کو ایک مرتبہ مٹی پر مارے۔
- اس سے اپنے مکمل چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرے۔
- اگر دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مارے تو کوئی حرج نہیں۔ (لیکن دو مرتبہ والی حدیث ضعیف ہے)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ



تَشْكُرُونَ ﴿سورة المائدة : ٦﴾

"اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا، بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔"

اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی بھی نبی و رسول کو نہیں دی گئیں، ایک مہینہ کی مسافت سے ہی دشمن کے دل میں رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لئے پوری روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، تو جو بھی شخص نماز کے وقت کو پالے تو وہ نماز پڑھ لے، اور میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے بھی حلال نہ تھی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، نیز نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔" (متفق علیہ)

## نبی ﷺ کی نماز کا طریقہ (\*)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے طریقہ کے بیان میں یہ چند مختصر باتیں ہیں، میں نے چاہا کہ ہر مسلمان مرد و عورت کی خدمت میں ان باتوں کو پیش کر دوں، تاکہ ان سے واقف ہونے والا ہر شخص نماز کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرنے کی کوشش کرے؛ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«صلوا كما رأيتموني أصلي» "تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" (صحیح بخاری)

اب قارئین کی خدمت میں نماز نبوی کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے:

۱- نمازی اچھی طرح وضو کرے، اچھی طرح وضو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح وضو کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح وضو کیا جائے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ  
وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة: ۶)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے منہ کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لا تقبل صلاةً بغير طهور» "وضو کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (مسلم)

اسی طرح آپ ﷺ نے صحیح طریقے سے نماز نہ پڑھنے والے آدمی سے فرمایا: ”جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اچھی طرح (مکمل) وضو کرو۔“ (مسلم)

(\*) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۱۱/۷-۱۲) للإمام ابن باز.

۲- نمازی جہاں کہیں بھی ہو اپنے پورے جسم کے ساتھ قبلہ- کعبۃ اللہ- کی طرف اپنا رخ کر لے اور فرض یا نفل جس نماز کا ارادہ رکھتا ہے دل سے اس کی نیت کرے، زبان سے نماز کی نیت نہ کرے؛ کیونکہ زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے، اس لئے کہ زبان سے نیت نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے۔ نمازی اگر امام یا منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والا) ہے تو اپنے سامنے سترہ رکھ لے۔ قبلہ کی طرف رخ کرنا نماز (کی صحت) کے لئے شرط ہے، سوائے چند معروف مسائل کے جو اس سے مستثنیٰ ہیں اور وہ اہل علم کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

۳- اللہ اکبر کہتے ہوئے تکبیر تحریر یہ کہے اور اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر رکھے۔

۴- تکبیر تحریر یہ کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو موٹڈھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھائے۔

۵- اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر اس طرح رکھے کہ داہیاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، کلائی اور بازو پر ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔

۶- اس کے بعد نمازی کے لیے مسنون ہے کہ دعائے استفتاح پڑھے، دعائے استفتاح یہ ہے: **اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.** ”اے اللہ! تو میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک و صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! مجھے میرے گناہوں سے پانی، برف اور اولوں سے دھل دے۔“ (بخاری و مسلم)

اور اگر چاہے تو اس دعا کے بجائے یہ دعائے استفتاح پڑھے: **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ.** ”اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کیساتھ اور تیرا نام

بابرکت ہے، اور تیری شان بلند ہے، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔“ (مسلم)

اور اگر ان دونوں دعاؤں کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کوئی اور دعائے استفتاح پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ افضل یہ ہے کہ کبھی کوئی دعائے استفتاح پڑھے اور کبھی کوئی دعائے استفتاح، کیونکہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب»

”جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں۔“ (بخاری و مسلم)

اس کے بعد جہری نمازوں میں بلند آواز سے (اور سری نمازوں میں پست آواز سے) ”آمین“ کہے، پھر قرآن کا جو حصہ یاد ہو اس میں سے پڑھے۔ افضل یہ ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں سورہ فاتحہ کے بعد اوساط مفصل (سورہ عم سے سورہ لیل تک) سے پڑھے، فجر میں طوال مفصل (سورہ ق سے سورہ مسلمات تک) سے اور مغرب میں کبھی قصار مفصل (سورہ ضحیٰ سے سورہ ناس تک) سے، اور کبھی بکھار طوال مفصل یا اوساط مفصل سے پڑھے، جیسا کہ نبی ﷺ سے ایسا ثابت ہے، اور مشروع یہ ہے کہ عصر کی نماز ظہر سے ہلکی ہو۔

۷- ”اللَّهُ أَكْبَرُ“ کہتا ہوا اور اپنے ہاتھوں کو موٹھوں تک یا کانوں کی لٹکتا اٹھاتا ہوا رکوع کرے، رکوع میں سر کو پیٹھ کی برابری میں کر لے اور ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں، رکوع اطمینان سے کرے اور یہ دعا پڑھے:

”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ پاک ہے میرا رب جو بڑی عظمت والا ہے۔

افضل یہ ہے کہ یہ دعائیں بار یا اس سے زیادہ بار دہرائے، اور اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي“ اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد

کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔ (بخاری و مسلم)

۸- نمازی اگر امام یا منفرد ہے تو ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتا ہوا اور اپنے ہاتھوں

کو موڑدھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھاتا ہوا رکوع سے سر اٹھائے، اور قومہ میں یہ دعا پڑھے:

"رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ، مِلءَ السَّمَوَاتِ وَمِلءَ الْأَرْضِ  
وَمِلءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ" اے ہمارے رب! تیرے لئے ہی تعریف ہے، بہت زیادہ،  
پاکیزہ اور بابرکت تعریف، آسمانوں کے برابر، زمین کے برابر، اور آسمان و زمین کے درمیان  
جو کچھ ہے اس کے برابر، اور جو کچھ تو اس کے بعد چاہے اس کے برابر۔ (مسلم)

اور اگر اس کے بعد درج ذیل دعا بھی پڑھ لے تو بہتر ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
بعض صحیح احادیث میں اس کا پڑھنا ثابت ہے:

"أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ - وَكُنَّا لَكَ عَبْدًا - اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا  
أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ" تو تعریف اور بزرگی والا ہے،  
سب سے سچی بات جو بندے نے کہی - اور ہم سب ہی تیرے بندے ہیں - یہ ہے: اے اللہ!  
جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی  
مالدار کو اس کی مالداری تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ (مسلم)

البتہ نمازی اگر مقتدی ہے تو رکوع سے سر اٹھاتے وقت "رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ" سے آخر تک  
پچھلی دعائیں پڑھے۔ (یعنی "سمع الله لمن حمدہ" نہ کہے)

مستحب ہے کہ نمازی رکوع کے بعد قومہ میں اسی طرح اپنے ہاتھ سینے پر رکھ لے جس طرح  
رکوع سے پہلے حالت قیام میں رکھا تھا، کیونکہ وائل بن حجر اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی روایت  
کردہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے ثابت ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

۹- "اللہ اکبر" کہتا ہوا سجدے میں جائے، اور اگر ہو سکے تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین

پر رکھے، لیکن اگر اس میں مشقت ہو تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھے، سجدے میں دونوں پیر اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملا کر پھیلا لے، سجدہ سات اعضاء پر ہونا چاہیے: پیشانی ناک سمیت، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر کی انگلیوں کا اندرونی حصہ، اور سجدے میں یہ دعا پڑھے: "سبحان ربی الأعلى" پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے۔

اس دعا کو تین بار یا اس سے زیادہ بار کہنا مسنون ہے، اور اس دعا کے ساتھ یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: "سبحانک اللہم ربنا وبحمدک، اللہم اغفر لی" اے اللہ ہمارے رب! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔

سجدے میں زیادہ سے زیادہ دعا کرے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((أما الركوع فعظموا فيه الرب، وأما السجود فاجتهدوا في الدعاء، فقمن أن يستجاب لكم)) ”رکوع میں تو رب کی عظمت اور بڑائی بیان کرو، لیکن سجدے میں زیادہ سے زیادہ دعا کرو، کیونکہ یہ (حالت سجود) اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو جائے۔“ (مسلم)

نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((أقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد، فأكثروا الدعاء))

”بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا زیادہ سے زیادہ دعا کرو۔“ (بخاری و مسلم)

نمازی کو چاہئے کہ وہ بحالت سجدہ اپنے رب سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرے، خواہ فرض نماز پڑھ رہا ہو یا نفل۔

اسی طرح وہ حالت سجدہ میں بازوؤں کو پہلو سے، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے

دور رکھے، اور کہنیوں کو زمین سے اٹھائے رکھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اعتدلوا فی السجود، ولا یسط أحدکم ذراعیه انبساط الکلب"

”سجدے اطمینان سے کرو، اور تم میں سے کوئی شخص اپنی کہنیوں کو کتے کی طرح (زمین پر) نہ بچھائے۔“ (بخاری و مسلم)

۱۰- ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور بائیں پیر کو بچھا کر اسی پر بیٹھ جائے، اور دائیں پیر کو کھڑا رکھے، اور اپنے ہاتھوں کو رانوں اور گھٹنوں پر رکھ لے، اور یہ دعا پڑھے:

"رب اغفر لی واحمنی واهدنی وارزقنی وعافنی واجبرنی"

اے میرے رب! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی عطا کر، مجھے عافیت میں رکھ اور میرے نقصان کو پورے فرما۔ (احمد، ابوداؤد)

یہ جلسہ بھی بالکل اطمینان سے کرے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ واپس آجائے، جس طرح کہ رکوع کے بعد اطمینان سے کھڑا ہوا تھا؛ کیونکہ نبی ﷺ رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے بیچ دیر تک اطمینان اختیار کرتے تھے۔

۱۱- پھر ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی وہی سب کرے جو پہلے سجدہ میں کیا تھا۔

۱۲- ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا سجدہ سے سر اٹھائے اور جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا اسی طرح تھوڑی دیر کیلئے بیٹھ جائے، اس بیٹھک کو ”جلسہ استراحت“ کہتے ہیں، جو علماء کے صحیح تر قول کے مطابق مستحب ہے، اور اگر اسے چھوڑ دے تو کوئی حرج کی بات نہیں، جلسہ استراحت میں کوئی ذکر اور دعائیں نہیں ہے۔

پھر اگر دشوار نہ ہو تو اپنے گھٹنوں پر وزنہ زمین پر ٹیک لگا کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، کھڑا ہونے کے بعد سورہ فاتحہ اور فاتحہ کے بعد قرآن کا جو حصہ یاد ہو اس میں سے پڑھے، پھر جس

طرح پہلی رکعت میں کیا تھا دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرے۔

مقتدی کے لیے اپنے امام سے پہل کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے۔ نیز مقتدی کے لیے اپنے امام کی موافقت کرنا بھی مکروہ ہے، اس کے لیے سنت کا طریقہ یہ ہے کہ: اس کے افعال بنا کسی تاخیر کے اپنے امام کے فوراً بعد اور اس کی آواز منقطع ہونے کے بعد ہوں؛ کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا»

”امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے، لہذا تم اس سے اختلاف نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہے تو تم ”رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ“ کہو، اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو۔“ (بخاری و مسلم)

۱۳- اگر نماز دو رکعت والی ہے جیسے فجر، جمعہ اور عیدین کی نمازیں، تو دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد نمازی تشہد میں اس طرح بیٹھے کہ اس کا دایاں پیر کھڑا ہو اور بائیں پیر زمین پر بچھا ہو، اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھ کر ہاتھ کی انگلیوں کو موڑ لے، البتہ شہادت کی انگلی کھلی رکھے اور اس سے اللہ کی وحدانیت کی طرف اشارہ کرے، اور اگر دائیں ہاتھ کی خضر اور نصر (کنارے کی دونوں انگلیوں) کو موڑ لے اور انگوٹھے کو بیچ والی انگلی سے ملا کر حلقہ بنا لے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے تو بھی بہتر ہے؛ کیونکہ دونوں ہی طریقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، بلکہ افضل یہ ہے کہ کبھی پہلے طریقہ پر عمل کرے اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران اور گھٹنے پر رکھے، پھر اس قعدہ میں تشہد پڑھے، اور وہ یہ ہے:

«التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ



وَبَرَكَاتُهُ ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ."

تمام زبانی عبادتیں اور بدنی و مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے اللہ کے نبی! آپ پر سلامتی نازل ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، اور سلامتی نازل ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ (بخاری و مسلم)

پھر یہ درود پڑھے:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ ، وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ، وَبَارِكْ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ ، وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ، وَعَلَىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بے شک تو لائق تعریف اور بزرگی والا ہے، اور برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر، بیشک تو لائق تعریف اور بزرگی والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

اس کے بعد چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور یہ دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ .

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، اور قبر کے عذاب سے، اور زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے۔ (بخاری و مسلم)

پھر دنیا و آخرت کی بھلائی کی جو دعا چاہے کرے، اگر اپنے والدین کے لیے یا ان کے علاوہ

دیگر مسلمانوں کے لیے دعا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں، خواہ وہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں، کیونکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تشہد سکھلایا تو فرمایا:

”ثم ليتخير من الدعاء أعجبه إليه فيدعو“ پھر وہ اپنی پسندیدہ ترین دعا کا انتخاب کر کے اللہ سے دعا کرے۔ (بخاری)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”ثم ليتخير من المسألة ما شاء“ پھر (اللہ سے) جو سوال کرنا چاہے اس کا انتخاب کرے۔ (مسلم)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عام ہے اور ہر اس دعا کو شامل ہے جو بندے کے لیے دنیا و آخرت میں مفید ہو۔

اس کے بعد ”السلام عليكم ورحمة الله، السلام عليكم ورحمة الله“ کہتا ہوا دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے۔

۱۴- اگر نماز تین رکعت والی ہے جیسے نماز مغرب، یا چار رکعت والی ہے جیسے ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں، تو مذکورہ بالا تشہد اور درود پڑھنے کے بعد ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا گھٹنوں پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھوں کو موٹڑھوں تک یا کانوں کی لوتک اٹھا کر پہلے کی طرح اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لے اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اور اگر کبھی کبھار ظہر کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت بھی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے ثابت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اور اگر پہلے تشہد کے بعد نبی ﷺ پر درود نہیں پڑھتا ہے تو کوئی بات نہیں؛ اس لیے کہ پہلے تشہد میں اسے پڑھنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

پھر مغرب کی تیسری رکعت کے بعد اور ظہر، عصر اور عشاء کی چوتھی رکعت کے بعد تشہد پڑھے،

نبی ﷺ پر درود پڑھے اور جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح و جال کے فتنے سے پناہ مانگے، اور زیادہ سے زیادہ دعا کرے۔

اس جگہ اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر مشروع دعاؤں میں سے یہ دعا ہے:

﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ﴿ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ کثرت سے پڑھا کرتے تھے، جیسا کہ دور کعت والی نماز میں گزر چکا۔ لیکن وہ اس بیٹھک میں توڑک کرے گا، اپنے بائیں پیر کو اپنے دائیں پیر کے نیچے رکھے اور اپنی سرین کوزمین پر رکھے اور اپنے دائیں پیر کو کھڑا رکھے، کیونکہ اس بارے میں ابو حمید رضی اللہ عنہ کی حدیث آئی ہے۔

پھر ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“ کہتے ہوئے اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے۔

### نماز کے بعد کے اذکار:

سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ ”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ“ کہے، پھر یہ دعا پڑھے: ”اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْعَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“

اے اللہ! تو سلام ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی حاصل ہوتی ہے، تو بابرکت ہے اے عزت و جلال والے! (مسلم)

امام ہونے کی صورت میں تین مرتبہ ”أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ“ اور مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد اسے مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا

الْحَدِّ مِنْكَ الْحَدُّ.

”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی طاقت و قوت کارگر نہیں۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں، اور کسی مالدار کو اس کی مالداری تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ (بخاری و مسلم)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النُّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الشَّاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، نعمت و فضل اسی کا ہے اور اسی کے لئے عمدہ تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، ہماری عبادت اسی کے لئے خالص ہے اگرچہ کافروں کو ناگوار لگے۔ (مسلم)

اسکے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ "سبحان اللہ"، تینتیس (۳۳) مرتبہ "الحمد للہ" اور تینتیس (۳۳) مرتبہ "اللہ اکبر" کہے اور سو کی گنتی اس دعا سے پوری کرے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. ”اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (مسلم)

اسی طرح ہر فرض نماز کے بعد آیتہ الکرسی، ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾، ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھے۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ان تینوں سورتوں کا تین تین بار پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث وارد ہیں۔ اسی طرح مذکورہ بالا اذکار کے بعد فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس (۱۰) بار یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ” اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، اور اسی کے لیے سب تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (ترمذی)

اس لیے کہ یہ بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ ان تمام اذکار کا پڑھنا سنت ہے، فرض نہیں۔

سنن رواتب (مؤکدہ سنتیں):

ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت، ظہر کی نماز کے بعد دو رکعت، مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت، عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اور فجر کی نماز کے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا مستحب ہے، یہ کل بارہ رکعتیں ہوں گی، ان کو ”سنن رواتب“ کہا جاتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت حضر (قیام) میں ان کی پابندی کرتے تھے، البتہ حالت سفر میں ان کو نہیں پڑھتے تھے، لیکن فجر کی سنت اور وتر کی حضور اور سفر ہر حال میں پابندی فرماتے تھے، اور آپ ﷺ ہمارے لیے بہترین اسوہ و نمونہ ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الأحزاب: ۲۱)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔“

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: «صلوا كما رأيتموني أصلي» "تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" (صحیح بخاری)

افضل یہ ہے کہ سنن رواتب اور وتر کو گھر میں پڑھا جائے، لیکن اگر کوئی مسجد میں پڑھتا ہے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أفضل صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة" "آدمی کی سب سے بہتر نماز اس کی گھر کی

نماز ہے سوائے فرض نماز کے۔" (بخاری و مسلم، ترمذی)

ان بارہ رکعت سنتوں کی پابندی دخول جنت کے اسباب میں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "من صلی اثنتی عشرة رکعة فی یومہ ولیلته تطوعا، بنی اللہ له بیتا فی الجنة." "جس نے دن اور رات میں بارہ رکعت سنت پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل تعمیر فرماتا ہے۔" (صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی)

اور اگر عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت، مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت اور عشاء کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھ لے تو اور بہتر ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً صَلَّى أَرْبَعًا قَبْلَ الْعَصْرِ» "اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھی۔" (احمد، ابوداؤد، ترمذی) اس کی اسناد صحیح ہے۔  
نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ» «تُمْ قَالَ فِي الثَّلَاثَةِ: ((لِمَنْ شَاءَ))»  
"ہر دو اذانوں کے بیچ نماز ہے، ہر دو اذانوں کے بیچ نماز ہے۔" پھر آپ نے تیسری بار فرمایا:  
"اس آدمی کے لیے جو چاہے۔" (بخاری و مسلم)

اور اگر ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت پڑھے تو بہتر ہے؛ اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ حَافِظَ عَلَيَّ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعِ بَعْدَهَا حَرَمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ»  
"جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت اور ظہر کے بعد چار رکعت کی پابندی کی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا۔" (ترمذی، ابوداؤد، احمد)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ظہر کے بعد مودکہ سنت کے علاوہ دو رکعت مزید پڑھی جائے؛ کیونکہ ظہر میں مودکہ سنتیں چار رکعت پہلے اور دو رکعت بعد میں ہیں۔ لہذا جب اس کے بعد دو رکعت مزید پڑھی جائے گی تو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں بیان کردہ بات پر عمل ہو جائے گا۔

## میت کی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین (\*)

❁ جب کسی شخص پر موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اسے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی تلقین کرنا مشروع ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»

تم اپنے مردوں کو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کی تلقین کرو۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں مردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر موت کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں۔

❁ جب کسی کی موت کا یقین ہو جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور اس کے جڑے باندھ دیے جائیں؛ کیونکہ اس کے بارے میں حدیث وارد ہے۔

❁ مسلمان میت کو غسل دینا واجب ہے، لیکن اگر وہ جنگ میں شہید ہوا ہے تو اسے نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، بلکہ اسے انہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے گا؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے شہدائے احد کو نہ تو غسل دیا تھا، اور نہ ہی ان پر جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔

### میت کو غسل دینے کا طریقہ:

میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی شرمگاہ کو ڈھانپ دیا جائے، پھر اسے تھوڑا اٹھایا جائے اور اس کے پیٹ کو آہستہ سے دبایا جائے، پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا یا اسی قسم کی کوئی چیز لپیٹ لے اور اس سے اس کی نجاست صاف کرے، پھر اسے نماز کے وضو کی طرح وضو کرائے، پھر پانی اور بیری یا اسی قسم کی کسی اور چیز سے اس کا سر اور داڑھی دھوئے، پھر اس کے دائیں پہلو کو، پھر بائیں پہلو کو دھوئے، پھر اسی طرح دوسری اور تیسری بار اسے غسل دے، ہر دفعہ اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرے اور اگر اس سے کوئی چیز نکلے تو اسے دھو دے اور وہ جگہ روئی وغیرہ سے بند کر دے، اگر

(\*) "الدروس المهمة لعامة الأمة" للإمام ابن باز، (الدرس الثامن عشر).

نجاست کا نکلنا بند نہ ہو تو خالص نرم مٹی یا جدید طبی ذرائع مثلاً ٹیپ وغیرہ سے اس کو بند کر دے۔  
 پھر میت کو دوبارہ وضو کرائے، اور اگر تین بار میں صفائی حاصل نہ ہو تو پانچ یا سات دفعہ غسل  
 دے، پھر اسے کپڑے سے سکھا دیا جائے ورسجدہ کی جگہوں اور جوڑوں پر خوشبو لگا دی جائے اور اگر  
 سارے جسم کو خوشبو لگائی جائے تو بہتر ہے، اور اس کے کفن کو (خوشبودار) دھونی دی جائے، اور  
 اگر اس کے مونچھے یا ناخن لمبے ہوں تو ان کو کاٹ دیا جائے، اور اگر ویسے ہی چھوڑ دیے جائیں تو کوئی  
 حرج نہیں، لیکن بالوں میں کنگھی نہ کی جائے، زیر ناف کے بال نہ مونڈے جائیں اور خنتہ نہ کیا  
 جائے، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر اس کی پشت پر  
 چھوڑ دی جائیں۔

### میت کو کفن دینا:

افضل یہ ہے کہ مرد کو تین سفید کپڑوں میں کفنایا جائے، جن میں قمیص اور عمامہ نہ ہو جیسا کہ  
 نبی ﷺ کے ساتھ کیا گیا، میت کو ان کپڑوں میں اچھی طرح لپیٹ دیا جائے اور اگر قمیص، تہبند اور  
 چادر میں کفنایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے: قمیص، اوڑھنی، تہبند اور دو چادریں۔

چھوٹے بچہ کو ایک تا تین کپڑوں میں کفنایا جائے گا اور چھوٹی بچی کو ایک قمیص اور دو چادروں  
 میں کفنایا جائے گا۔

ویسے سب کے لیے واجب صرف ایک کپڑا میں کفن دینا ہے جو پورے جسم کو ڈھانک لے۔  
 لیکن مرنے والا اگر حالت احرام میں تھا تو اسے پانی اور بیری سے غسل دیا جائے گا اور اسی چادر اور  
 تہبند میں یا ان کے علاوہ کپڑے میں کفنایا جائے گا، البتہ اس کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانکا جائے گا اور  
 نہ ہی اسے خوشبو لگائی جائے گی، کیونکہ قیامت کے دن وہ شخص تلبیہ پکارتا ہوا اٹھایا جائے گا، جیسا کہ  
 رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح اگر حالت احرام میں مرنے والی عورت



ہے تو دیگر عورتوں کی طرح اسے بھی کفنایا جائے گا لیکن اسے خوشبو نہیں لگائی جائے گی، اور نہ ہی اس کے چہرہ کو نقاب سے اور ہاتھوں کو دستانے سے ڈھانکا جائے گا، بلکہ اس کے ہاتھوں اور چہرے کو اسی کپڑے سے ڈھانکا جائے جس میں وہ کفنائی گئی ہے، جیسا کہ عورت کو کفننانے کے طریقے کا بیان گذر چکا۔

میت کو غسل دینے، اس کی نماز جنازہ پڑھانے اور اس کو دفن کرنے کا سب سے زیادہ حقدار اس کا وصی (وہ مرد جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہو) ہے اور پھر باپ، پھر دادا اور پھر درجہ بدرجہ میت کا قریب ترین رشتہ دار حقدار ہے۔

اسی طرح عورت کو غسل دینے کی سب سے زیادہ حقدار اس کی وصیہ (وہ عورت جس کو میت نے وصیت کی ہو) ہے اور پھر ماں، پھر دادی اور پھر عورتوں میں درجہ بدرجہ قریب ترین رشتہ دار عورت حقدار ہے۔

البتہ شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کو غسل دینے کا حق ہے، اس لیے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی نے غسل دیا، اور اس لیے بھی کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔

### نماز جنازہ کا طریقہ:

نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہی جائیں گی:

- ① پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی جائے گی اور اگر اس کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا ایک دو آیتیں پڑھ لے تو بہتر ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں صحیح حدیث وارد ہے۔
- ② دوسری تکبیر کہہ کر نبی اللہ ﷺ پر تشہد میں درود پڑھنے کی طرح درود پڑھے۔
- ③ تیسری تکبیر کہہ کر یہ دعا پڑھے:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا

وَأَنْشَأْنَا، اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَيَّ الْإِيمَانَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نَزْلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاعْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالطَّلْحِ وَالْبَرْدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى الثُّوبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدَلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِدْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ، وَأَفْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنُورَ لَهُ فِيهِ، اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ))

”اے اللہ! ہمارے زندوں اور مردوں اور ہمارے حاضر و غائب اور ہمارے چھوٹوں اور بڑوں اور ہمارے مردوں اور عورتوں کو بخش دے، اے اللہ! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو وفات دے اس کو ایمان پر وفات دے، اے اللہ! اس میت کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کو عافیت میں رکھ اور اس سے درگزر فرما اور اس کی باعزت مہمانی فرما اور اس کی قیام گاہ کو کشادہ کر اور اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور اسے گناہوں اور غلطیوں سے ایسا پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور اس کو اس کے گھر کے بدلے اس سے بہتر گھر اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل فرما اور اسے عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچالے اور اس کے لئے اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کے لئے اس میں روشنی کر دے، اے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے پیچھے ہمیں گمراہ نہ کر۔“

④- پھر چوتھی تکبیر کہہ کر اپنے دائیں جانب ایک سلام پھیرے۔

مستحب یہ ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے، اور اگر میت عورت ہو تو ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهَا...“ (آخر تک) کہے، اور اگر مرد سے زیادہ ہوں تو ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ...“ (آخر تک) کہے۔ (اور صرف عورتیں ہوں

تَوَّاللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُنَّ..“ آخر تک کہیں۔)

اور اگر میت نابالغ ہو تو اس کے لیے دعائے مغفرت کے بجائے یہ دعا پڑھے:

((اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا وَذُخْرًا لِّوَالِدَيْهِ وَشَفِيعًا مُّجَابًا، اللّٰهُمَّ ثَقُلْ بِهِ مَوَازِينَهُمَا  
وَاعْظُمْ بِهِ اُجُورَهُمَا وَالْحِقْهُ بِصَالِحِ سَلَفِ الْمُؤْمِنِينَ وَاجْعَلْهُ فِيْ كِفَالَةِ اِبْرَاهِيْمَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيْ بَرَحْمَتِكَ عَذَابَ الْجَحِيْمِ))

”اے اللہ! اس کو آگے جانے والا اور اپنے ماں باپ کے لئے ذخیرہ اور ایسا سفارشی بنا  
جس کی سفارش قبول کی جا چکی ہو، اے اللہ! اس کی وجہ سے اس کے والدین کے اعمال کا  
پلہ وزنی کر دے اور ان کا اجر بڑھا دے اور اس کو نیک اہل ایمان میں شامل فرما اور ابراہیم  
علیہ السلام کی کفالت میں دے دے اور اپنی مہربانی سے اس کو عذابِ دوزخ سے بچا  
لے۔“

سنت یہ ہے کہ امام، مرد کے سر کے برابر میں اور عورت کے جنازہ کے بیچ میں کھڑا ہو، اور اگر کئی  
جنازے جمع ہو جائیں تو مرد کا جنازہ، امام سے متصل اور عورت کا جنازہ قبلہ کی جانب ہو، اور اگر ان  
کے ساتھ بچے بھی ہوں تو بچہ کا جنازہ عورت سے پہلے اور پھر عورت کا اور پھر بچی کا جنازہ رکھا جائے  
اور بچہ کا سر اور عورت کی کمر مرد کے جنازہ کے سر کے برابر میں ہو، اور اسی طرح بچی کا سر عورت کے  
جنازہ کے سر کے برابر میں اور اس کی کمر مرد کے سر کے برابر میں ہوگی۔

تمام نمازی امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، الا یہ کہ اگر کوئی ایک نمازی امام کے پیچھے جگہ نہ  
پائے تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

**میت کو دفن کرنے کا طریقہ:**

مشروع یہ ہے کہ آدمی کی کمر تک قبر گہری کی جائے اور اس میں قبلہ کی طرف لحد بنائی جائے،  
میت کو لحد میں دابھنے پہلو پر لٹایا جائے اور اس کے کفن کی گرہیں کھول کر چھوڑ دی جائیں، انہیں نکالا

نہ جائے، میت خواہ مرد ہو یا عورت اس کا چہرہ نہ کھولا جائے، پھر لحد کے اوپر سے کچی اینٹیں رکھ کر مٹی سے لپ کر دیا جائے تاکہ اینٹیں مضبوط پکڑ لیں اور میت تک مٹی نہ جانے دیں، اگر اینٹیں نہ مل سکیں تو ان کی جگہ تختے یا پتھر یا لکڑی لگا دی جائے جو لحد میں مٹی گرنے سے بچاؤ کرے، پھر اس پر مٹی ڈالی جائے، مٹی ڈالتے وقت ”بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“ پڑھنا مستحب ہے۔ مٹی ڈالنے کے بعد قبر ایک بالشت کے برابر اونچی کر دی جائے اور اگر دستیاں ہو تو قبر کے اوپر کنکریاں ڈال دی جائیں اور پانی چھڑک دیا جائے۔

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کو چاہیے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوں اور میت کے لیے دعا کریں، کیونکہ نبی ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے: ”اپنے بھائی کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔“ (ابوداؤد)

✽ اگر کسی کو جنازہ کی نماز نہیں مل سکی تو اس کے لیے دفن کے بعد سے لے کر تقریباً ایک مہینے کے اندر اندر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہے، لیکن اگر میت کو دفن کئے ہوئے ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں؛ کیونکہ نبی ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ میت کو دفن کر دینے کے ایک مہینہ کے بعد آپ ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔

✽ میت کے گھر والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ لوگوں کے لیے کھانا بنائیں؛ کیونکہ صحابی جلیل جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کے گھر جمع ہونے اور (ان کا ہمارے لیے) کھانا تیار کرنے کو، ہم لوگ نوحہ میں شمار کرتے تھے۔“ (احمد، ابن ماجہ)

البتہ اہل میت کے لیے یا ان کے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میت کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اہل میت کے لیے کھانا تیار کریں؛

کیونکہ جب نبی ﷺ کو ملک شام میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر ملی تو آپ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بنائیں اور فرمایا: ”ان کے پاس ایسی خبر آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔“

میت کے گھر والوں کے ہاں ہدیہ کے طور پر جو کھانا آیا ہو، اس کھانے پر وہ اپنے پڑوسیوں وغیرہ کو بلا لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور ہمارے علم کے مطابق اس سلسلہ میں وقت کی شرعاً کوئی تحدید نہیں ہے۔

✽ عورت کے لیے کسی مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں، البتہ اپنے شوہر کے انتقال پر اس کے اوپر چار مہینہ دس دن سوگ منانا واجب ہے، لیکن اگر عورت حاملہ ہے تو ایسی صورت میں حمل جننے تک سوگ منائے گی، جیسا کہ نبی ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔  
البتہ مرد کے لیے اپنے کسی عزیز وغیرہ کے انتقال پر سوگ منانا جائز نہیں۔

✽ مردوں کے لیے اہل قبور کے حق میں دعا کرنے، ان کے لیے رحمت طلب کرنے اور موت و مابعد الموت کو یاد کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً قبروں کی زیارت کرنا مسنون ہے؛ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

(( زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تَذَكَّرُكُمْ الْآخِرَةَ ))

”قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔“ (مسلم)

نیز رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھیں:

(( السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَإِنَّا إِذْ شَاءَ اللَّهُ

بِكُمْ لَاحِقُونَ، نَسَأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ، يَرْحَمِ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا

وَالْمُسْتَأْخِرِينَ ))

”اے اس دیار کے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو، اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمہارے پاس یقیناً پہنچنے والے ہیں، ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جو پہلے جاچکے اور جو بعد میں آنے والے ہیں ان سب پر رحم فرمائے۔“ (مسلم)

البتہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت جائز نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اور اس لئے بھی کہ عورتوں کے قبروں پر جانے میں فتنہ کا خطرہ ہے اور ان سے بے صبری کے مظاہرہ کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے قبرستان تک جنازہ کے پیچھے جانا بھی جائز نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے انہیں اس سے منع فرمایا ہے۔ البتہ میت پر مسجد یا نماز گاہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا مرد اور عورت سب کے لئے مسنون ہے۔



## زکوٰۃ (\*)

زکوٰۃ ہر اس مسلمان پر ایک فریضہ ہے جو نصاب بھر مال کا اس کے شروط کے ساتھ مالک ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرض قرار دیا ہے اور نبی ﷺ نے اسے لیا ہے اور اس شخص سے لینے کا حکم دیا ہے جس پر وہ واجب ہے، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، مرد ہو یا عورت، صحتمند ہو یا پاگل، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا﴾ (التوبة: ۱۰۳)

”آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے، جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ﴾ (البقرة: ۲۶۷)

”اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لیے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ﴾ (المزمل: ۲۰)

”اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو۔“

نیز رسول ﷺ کا فرمان ہے:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

(\*) ”تیسیر الفقہ“، ا.د/صالح بن غانم السدلان.

برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، خانہ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ (متفق علیہ)

جن مالوں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ یہ ہیں:

قیمتیں، چوپائے، زمین سے نکلنے والی چیزیں اور سامان تجارت۔

اولاً: قیمتیں، اور وہ: سونا، چاندی اور بینک نوٹس (کرنسیاں) ہیں:

جب سونے کا وزن بیس (۲۰) مثقال<sup>(۱)</sup> ہو جائے تو اس میں اڑھائی فیصد (2.5%)

زکوٰۃ واجب ہے۔

اور جب چاندی دو سو (۲۰۰) درہم ہو جائے تو اس میں بھی اڑھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ

واجب ہے۔

موجودہ بینک نوٹس (کرنسیوں) کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے گا، جب اس کی قیمت سونے

یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب<sup>(۲)</sup> کو پہنچ جائے، تو اس پر سال گزرنے کے بعد اڑھائی

فیصد (2.5%) زکوٰۃ واجب ہوگی۔

✽ مردوں کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ البتہ چاندی کی انگوٹھی جائز ہے، اسی طرح تلوار

کے قبضہ پر زینت کے لیے چاندی کی گرہ لگانا وغیرہ بھی جائز ہے۔

ثانیاً: چوپایوں کی زکوٰۃ:

اونٹ، گائے اور بکری میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہے جب سال بھر یا سال کا بیشتر حصہ

صحراؤں اور مباح چھٹیل میدانوں میں چرتے ہوں، جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں اور ان پر سال

گذر جائے تو ان کی زکوٰۃ نکالی جائے گی اگر وہ دودھ دوہنے اور افزائش نسل کے لیے

(۱) مثقال کا وزن تقریباً چار گرام ہوتا ہے۔

(۲) نصاب: اس مقدار کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔



ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

**ا- بکریوں کا نصاب:**

بکریوں کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
120-40	1 بکری
200-121	2 بکریاں
201	3 بکریاں
پھر اس کے بعد ہر ایک سو بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے	

**ب- گایوں کا نصاب :**

گائے کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
39-30	1 تینچ یا تینچہ (گائے کا ایک سالہ زیادہ چھڑا)
59-40	1 مسنہ (گائے کا دو سالہ مادہ چھڑا)
60	2 تینچہ
پھر اس کے بعد ہر تیس گایوں میں ایک تینچ اور ہر چالیس میں ایک مسنہ واجب ہے۔	

**ج- اونٹ کا نصاب :**

اونٹ کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
9-5	1 بکری

اونٹ کی تعداد	زکوٰۃ کی مقدار
14-10	2 بکریاں
19-15	3 بکریاں
24-20	4 بکریاں
35-25	1 بنت مخاض (اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ)
45-36	1 بنت لبون (اونٹنی کا دو سالہ مادہ بچہ)
60-46	1 حقہ (اونٹنی کا تین سالہ مادہ بچہ)
75-61	1 جذعہ (اونٹنی کا چار سالہ مادہ بچہ)
90-76	2 بنت لبون
120-91	2 حقہ
121	3 بنت لبون
پھر ہر چالیس بکریوں میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس بکریوں میں ایک حقہ زکوٰۃ واجب ہے۔	

✽ اگر چوپائے ”اونٹ، گائے اور بکری“ تجارت اور بڑھوتری کے لیے رکھے گئے ہیں اور ان پر ایک سال گذر جاتا ہے تو ان کی قیمت کا اندازہ لگا کر اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اور اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

زکوٰۃ میں مادہ جانور ہی لیا جائے گا اور گائے کی زکوٰۃ کے علاوہ میں نر جانور کفایت نہیں کرے گا، نیز بنت مخاض کے بدلے ابن لبون (اونٹنی کا دو سالہ نر بچہ)، یا حق (اونٹنی کا تین سالہ نر بچہ) یا

جذع (اونٹنی کا چار سالہ نر بچہ) کفایت کرے گا، یا جب پورا نصاب ہی نر جانوروں پر مشتمل ہو تو نر جانور ہی زکوٰۃ میں لیا جائے گا۔

### تیسرا : زمینی پیداوار کی زکوٰۃ

تمام غلوں (اناج) میں زکوٰۃ واجب ہے، اور ہر اس پھل میں جسے ناپا جاتا اور ذخیرہ کیا جاتا ہے جیسے کھجور اور کشمش، اور اس میں نصاب کی تکمیل کا اعتبار کیا جائے گا جس کی مقدار تین سو (۳۰۰) صاع نبوی ہے یعنی جو تقریباً چھ سو چوبیس (۶۲۴) کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔

✽ ایک ہی سال کے پھلوں کو اگر وہ ایک ہی جنس کے ہیں تو نصاب کی تکمیل کے لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا، بطور مثال کھجور کے انواع و اقسام۔

### غلہ جات اور پھلوں کی زکوٰۃ میں واجب مقدار:

۱- جو بغیر محنت و مشقت کے مثلاً بارش کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو، اس میں عشر (دسواں حصہ یا دس فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

۲- جو محنت و مشقت کے ذریعہ جیسے کنوے کے پانی سے سینچا گیا ہو، اس میں بیسواں حصہ (پانچ فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

۳- جو کبھی محنت و مشقت کے ذریعہ اور کبھی بغیر محنت و مشقت کے سینچا گیا ہو، تو اس میں تین چوتھائی عشر (ساڑھے سات فیصد) زکوٰۃ واجب ہے۔

✽ زکوٰۃ اس وقت واجب ہے جب دانہ پک جائے اور جب پھل کا پکنا ظاہر ہو جائے۔  
✽ جب سبزی اور پھل تجارت کے لیے ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لیکن جب اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے تو اس کی قیمت سے اڑھائی فیصد (سامان تجارت کے زکوٰۃ کے طور پر) نکالا جائے گا۔

✽ سمندر سے نکلنے والی چیزوں جیسے موتی، مونگا اور مچھلیوں میں زکوٰۃ نہیں ہے، البتہ اگر وہ

تجارت کے لیے ہوں تو نصاب کو پہنچنے اور اس پر سال بھر گزرنے پر ان کی قیمت سے اڑھائی فیصد نکالا جائے گا۔

✽ ”رکاز“ یعنی زمین میں مدفون خزانہ، اس میں پانچواں حصہ (بیس فیصد) زکوٰۃ واجب ہے چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، اور اسے مال فنی کے مصرف میں خرچ کیا جائے گا اور باقی ماندہ حصہ (۸۰ فیصد) اس کو پانے والے کے لیے ہوگا۔

### چوتھا: سامان تجارت

جو چیزیں حصول منافع کے مقصد سے خرید و فروخت کے لیے تیار کی گئی ہوں انہیں سامان تجارت کہا جاتا ہے، جیسے زمین و جائداد، مویشی، اشیائے خورد و نوش اور مشینری وغیرہ۔

✽ جب سامان تجارت نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اور اس کی قیمت کا اندازہ اس چیز سے لگایا جائے گا جو غریبوں کے لیے زیادہ فائدہ مند ہو، اور مکمل قیمت سے اڑھائی فیصد نکالا جائے گا، اور سامان تجارت کا زکوٰۃ بذات خود سامان تجارت ہی سے اڑھائی فیصد نکالنا جائز ہے۔

✽ اگر سامان تجارت سے صرف اقتنا (یعنی اپنے پاس رکھنے) کی نیت ہے تجارت کی نہیں، تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

✽ مویشیوں سے پیدا ہونے والے بچوں اور تجارت کے فوائد کا سال گزرنا، ان کے اصل کا سال گزرنا ہے اگر وہ نصاب کو پہنچا ہوا ہے۔

### زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں:

زکوٰۃ ہر آزاد، نصاب کے مالک مسلمان پر فرض ہے جو کہ مستقل طور پر اس کا مالک ہو، اور اس پر ایک سال گزر جائے سوائے عشر والی چیزوں کے۔

## زکوٰۃ کا نکالنا :

### ا- زکوٰۃ نکالنے کا وقت :

نذر اور کفارہ کی طرح زکوٰۃ کا فوراً نکالنا واجب ہے، کیونکہ مطلق طور پر کسی چیز کا حکم اسے فوراً کرنے کے لیے ہوتا ہے، اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَأْتُوا الزَّكَاةَ﴾ (البقرة: ۴۳) ”اور زکوٰۃ دو۔“

نیز اس کے لیے ضرورت کے وقت تک کے لیے اور کسی قریبی اور پڑوسی کے لیے اسے مؤخر کرنا جائز ہے۔

### ب - زکوٰۃ روکنے والے کا حکم :

جس شخص نے جان بوجھ کر قصداً زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اگرچہ وہ زکوٰۃ نکالنے والا ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس نے اللہ کی، اس کے رسول کی اور اجماع امت کی تکذیب کی، ایسے شخص سے توبہ کروایا جائے گا اگر اس نے توبہ کر لیا تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جس شخص نے بخیلی اور لاپرواہی کرتے ہوئے زکوٰۃ روک لیا تو اس سے زکوٰۃ لی جائے گی اور اس کے حرام کار تکاب کرنے کی وجہ سے اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

کسمن اور پاگل شخص کی طرف سے ان کا سرپرست زکوٰۃ نکالے گا۔

### ج - زکوٰۃ نکالتے وقت مسنون باتیں :

۱- زکوٰۃ کا اظہار کرنا مسنون ہے تاکہ اس سے تہمت ختم ہو جائے۔

۲- وہ بذات خود اسے تقسیم کرے تاکہ زکوٰۃ کا اس کے حقدار تک پہنچنا متحقق ہو جائے۔

۳- زکوٰۃ دیتے وقت یہ دعا پڑھے: ”اللهم اجعلها مغنماً ولا تجعلها مغرمماً“

اے اللہ! تو اسے غنیمت اور باعث ثواب بنا، اور اسے قرض اور تاوان نہ بنا (کہ اس پر کوئی

ثواب نہ ملے)۔

۴- زکوٰۃ لینے والے کے لیے یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

” آجرك الله فيما أعطيت . بارك لك فيما أبقيت و جعله لك طهوراً“

تو نے جو کچھ دیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ تجھے اجر سے نوازے، جو کچھ تو نے باقی رکھا ہے اس میں تجھے برکت دے اور اسے تیرے لیے پاکی کا سبب بنائے۔

۵- اسے ان رشتہ دار فقراء کو دینا مسنون ہے جن کا اس پر نان و نفقہ لازم نہیں ہے۔

### زکوٰۃ کے مصارف:

زکوٰۃ کے حقدار لوگ جنہیں زکوٰۃ دینا جائز ہے آٹھ ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں

مذکور ہیں:

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي

الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾

”صدقے (زکوٰۃ) صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے

والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض

داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم

وحکمت والا ہے۔ (التوبہ: ۶۰)

اور وہ درج ذیل ہیں:

**اول:** فقراء: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی روزی میں سے صرف تھوڑی چیز یعنی نصف

سے بھی کم میسر ہوتی ہے۔

**دوم:** مساکین: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی آدھی یا اس سے زیادہ روزی میسر ہوتی

ہے۔

**تیسرا:** کارکنان زکوٰۃ: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی کرنے والے اور اس کی حفاظت

ونگہداشت کرنے والے ہیں جبکہ ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہ ہو۔

**چوتھا:** وہ لوگ جن کے دلوں کی تالیف (دلجوئی) مقصود ہو، اس سے مراد اپنی قوموں کے سردار ہیں، ان میں سے جس کے اسلام لانے کی، یا اس کے شر کے رکنے کی امید کی جاتی ہو، یا اسے دینے سے اس کے ایمان کی مضبوطی و پختگی، یا اس جیسے دوسرے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو۔

**پانچواں:** گردن آزاد کرانا، یہ وہ مُکاتب غلام ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں سے خرید لیا ہو (یعنی کچھ معاوضہ دے کر اپنے مالک سے آزادی کا معاہدہ طے کر رکھا ہو)۔

**چھٹا:** قرض دار: اور یہ دو طرح کے ہیں:

۱- آپس میں اصلاح کرانے کی وجہ سے قرض دار ہو گیا ہو۔

۲- اپنے نفس کی وجہ سے قرض دار ہوا ہو یا اس طور کہ اس نے قرض اٹھایا ہو اور اس کے پاس اپنے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو۔

**ساتواں:** نبی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں)، اس سے مراد رضا کار غازی ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں، نیز دعوت الی اللہ اور جس سے اس پر مدد حاصل ہو اور دعوتی کاز کو سپورٹ فراہم ہو۔

**آٹھواں:** ابن سبیل (مسافر)، اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر منقطع ہو گیا ہو یعنی دوران سفر اس کا زادراہ ختم ہو گیا ہو اور اپنے شہر (وطن) تک پہنچنے کے لیے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔



## روزہ (\*)

اس سلسلے میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورة البقرة: ۱۸۳)

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

رمضان کا روزہ ماہ رمضان کے چاند کی رویت یا شعبان کے تیس دن پورا کرنے پر ہر:

۱- مسلمان ۲- بالغ

۳- عاقل ۴- اور روزے پر قادر شخص

پر رکھنا واجب ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو، اور جب چاند دیکھ لو تو روزہ توڑو، اگر تم پر بدلی ہو تو اس کا اندازہ کرو۔" (متفق علیہ)

ایک حدیث میں یہ ہے کہ: ((فاقدروا له ثلاثین)) "تیس دن کا اندازہ لگاؤ۔"

اور اسی طرح ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: ((فأكملوا عدة شعبان ثلاثین))

"تم شعبان کے تیس دن کی گنتی پوری کرو۔" (اسے بخاری نے روایت کیا ہے)

رمضان کے چاند کی ایک عادل شخص کی رویت سے ہی روزہ رکھا جائے گا، جبکہ بقیہ مہینوں میں کم سے کم دو عادل کی رویت ہی قابل قبول ہوگی، اور فرض روزوں کی نیت رات سے ہی کرنا واجب ہے اور نفل کے لیے دن میں نیت کرنا درست ہے۔

(\*) "منهاج السالکین" للعلامة السعدی.



وہ مریض جس کو روزہ سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور مسافر: دونوں کے لیے روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

حیض اور نفاس والی عورتوں پر روزہ رکھنا حرام ہے، اور بعد میں ان پر قضا کرنا واجب ہے۔  
حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں: جب اپنے بچوں پر خوف محسوس کریں، تو وہ دونوں روزہ نہیں رکھیں گی، اور بعد میں ان کی قضا کریں گی اور ساتھ ہی ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گی۔

بڑھاپے یا ایسی بیماری کی وجہ سے جس سے شفایابی کی امید نہ ہو، روزہ رکھنے سے عاجز آدمی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔

جس آدمی نے روزہ کی حالت میں:

۱- کھانے ۲- پینے ۳- یا جان بوجھ کر الٹی کرنے

۴- یا سنگی لگوانے۔ ۵- یا مباشرت کی وجہ سے منی خارج کرنے۔

کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، تو ایسے آدمی پر صرف روزہ کا قضا کرنا واجب ہے۔  
لیکن اگر کسی آدمی نے ہمبستری کر کے روزہ توڑ دیا، تو ایسا شخص روزے کی قضا کرنے کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ادا کرے گا اور کفارہ کی تین صورتیں ہیں:

- ایک غلام آزاد کرے۔

- اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو مسلسل دو ماہ کا روزہ رکھے۔

- اور اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”جو آدمی روزہ کی حالت میں بھول چوک کر کچھ کھالے یا پی لے، تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ مکمل

کرے کیونکہ اس کو اللہ نے کھلایا اور پلایا ہے۔“ (مشفق علیہ)

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لوگ ہمیشہ خیر و بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ " (متفق علیہ)

نیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " سحری کھایا کرو؛ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ " (متفق علیہ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے، اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرے، کیونکہ یہ (پانی) پاکیزہ ہے۔" (اس حدیث کو ائمہ خمسہ یعنی احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
"جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ بولے، اس پر عمل کرنے اور نادانی سے باز نہ آئے، تو اللہ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پانی چھوڑ دے۔" (بخاری)

نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
"جس شخص کا انتقال ہو گیا اور اسکے ذمہ فرض روزے باقی ہیں، تو اس کا ولی (سرپرست) اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔" (بخاری و مسلم)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: "یہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ (صغیرہ) کو مٹا دیتا ہے۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: "یہ گزشتہ سال کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوموار کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اسی دن میری پیدائش ہوئی، اسی دن میری بعثت ہوئی، یا اسی دن میرے اوپر (قرآن) نازل ہونا شروع ہو۔" (مسلم)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال

کے چھ روزے رکھے، تو یہ زمانے بھر کا روزہ رکھنے کی طرح ہے۔“ (مسلم)

ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ہر مہینے کے تین دن: تیرہوے، چودھوے اور پندرہوے (دن) کا روزہ رکھیں۔" (نسائی، ترمذی، احمد)

نیز ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔“ (متفق علیہ)

اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایام تشریق (ذوالحجہ کی ۱۱، ۱۲، ۱۳ تاریخ) کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر و اذکار کرنے کے دن ہیں۔“ (مسلم)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، مگر یہ کہ ایک دن اس سے پہلے یا ایک دن اس کے بعد بھی روزہ رکھے۔“ (متفق علیہ)

نیز فرمایا: " جس نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے ارادے سے رمضان کا روزہ رکھا، اسکے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" (متفق علیہ)

اور " جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے قیام اللیل یعنی تراویح کا اہتمام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" (مسلم)

اور " جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے قدر کی رات کا اہتمام کیا، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" (متفق علیہ)

نیز " اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کا اہتمام کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کا اہتمام کیا۔" (متفق علیہ)

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصی۔" (متفق علیہ)

## عمرہ کا طریقہ (\*)

✽ جب آدمی عمرہ کرنے کے ارادے سے میقات پر پہنچے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ غسل کرے اور صفائی و ستھرائی حاصل کرے۔ نیز اسی طرح عورت بھی کرے گی گرچہ وہ حیض یا نفاس والی ہی کیوں نہ ہو، ہاں مگر وہ خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گی یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے اور غسل کر لے۔

آدمی اپنے احرام کے لباس کے علاوہ اپنے جسم میں خوشبو لگا سکتا ہے۔ اگر میقات پر غسل کرنا میسر نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر ممکن ہے تو اس کے لیے مکہ پہنچ کر طواف سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔

آدمی تمام سسلے ہوئے کپڑے اتار دے اور ایک لنگی اور چادر پہن لے، اور مستحب ہے کہ وہ دونوں سفید اور صاف ستھرے ہوں، البتہ عورت اپنے معمول کے لباس<sup>(۱)</sup> میں ہی احرام باندھے گی جس میں زینت اور شہرت نہ پائی جائے۔

✽ پھر اپنے دل سے عبادت (عمرہ) میں داخل ہونے کی نیت کرے، اور اپنی زبان سے "لبیک عمرہ" یا "اللہم لبیک عمرہ" کہے، اگر محرم کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ بیماری یا دشمن کے خوف کی وجہ سے اپنے نسک کو نہیں ادا کر سکے گا، تو اس کے لیے اپنے احرام کی نیت کرتے وقت شرط لگانا مشروع ہے، چنانچہ وہ کہے کہ:

((فإن حبسني حابس فمحلى حيث حبستني))

(\*) "مجموع فتاویٰ ومقالات متنوعہ" (۱۷/۲۲۵-۲۳۰)۔

(۱) البتہ نقاب، برقع اور دستا نے نہیں پہنے گی، لیکن غیر محرم کے سامنے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کو دیگر کپڑے سے چھپائے گی۔

یعنی اگر مجھے کوئی روکنے والا روک دے تو میں وہیں حلال ہو جاؤں گا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تلبیہ پڑھے:

" لبيك اللهم لبيك ، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك ، والملك

لا شريك لك "

کثرت سے یہ تلبیہ پکارے اور زیادہ سے زیادہ اللہ سبحانہ کا ذکر واذکار اور اس سے دعا کرے۔  
✽ خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر تلبیہ بند کر دے، پھر حجر اسود کا قصد کرے اور اس کا استقبال کرے، پھر دائیں ہاتھ سے اس کا استلام کرے یعنی چھوئے اور ممکن ہو تو اس کا بوسہ دے، لیکن لوگوں کو دھکا دیکر تکلیف نہ پہنچائے اور اس کو چھوتے وقت "بسم اللہ، اللہ اکبر" کہے، اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو اس کو ہاتھ سے یا لٹھی وغیرہ سے چھوئے، اور جس چیز سے چھوا ہے اس کو چومے، اگر استلام (چھونا) بھی دشوار ہو جائے تو اس کی طرف اشارہ کرے اور "اللہ اکبر" کہے، اور جس سے اشارہ کیا ہے اس کو نہ چومے۔

طواف کے درست ہونے کے لیے شرط ہے کہ طواف کرنے والا حدث اصغر اور اکبر سے پاک ہو، کیونکہ طواف نماز ہی کی طرح ہے مگر اس میں گفتگو اور بات چیت کی رخصت ہے۔

✽ محرم شخص بیت اللہ کو طواف کی حالت میں اپنے بائیں جانب کر لے اور اس کے گرد سات چکر لگائے، اور جب رکن یمانی کے بالمقابل پہنچے تو ممکن ہو تو دائیں ہاتھ سے اس کا استلام کرے، لیکن اس کا بوسہ نہ دے۔ اگر اس کا استلام کرنا دشوار ہو تو اسے چھوڑ دے اور اپنے طواف کو جاری رکھے، نہ اس کی طرف اشارہ کرے اور نہ ہی تکبیر کہے، کیونکہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔

جہاں تک حجر اسود کا تعلق ہے تو جب بھی اس کے بالمقابل ہو تو (آسانی ہونے کی صورت میں) اس کا استلام کرے اور بوسہ دے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا ہے، ورنہ اس کی جانب اشارہ کرے

اور تکبیر کہے۔

اور طواف قدم کے پہلے تین چکروں میں بالخصوص آدمی کیلئے رمل کرنا مستحب ہے (رمل کہتے ہیں کہ: چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیزی سے چلنا) اسی طرح طواف قدم کے تمام چکروں میں آدمی کے لیے اضطباع کرنا مستحب ہے، اضطباع یہ ہے کہ: چادر کا درمیانی حصہ اپنے داہنے موٹنڈھے کے نیچے کر لے اور اس کے دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لے۔

طواف کے تمام چکروں میں کثرت سے ذکر و اذکار کرنا اور جو بھی میسر ہو دعا کرنا مستحب ہے۔ اور طواف میں کوئی مخصوص دعا اور کوئی مخصوص ذکر نہیں ہے، بلکہ جو بھی اذکار اور دعائیں میسر ہوں ان کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرے اور دعا کرے، البتہ دونوں رکنوں کے درمیان ہر چکر میں ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار﴾ کہے، کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور اگر ہو سکے تو ساتواں چکر حجر اسود کا استلام کرے اور اس کا بوسہ دیکر ختم کرے، یا ابھی مذکور تفصیل کے مطابق تکبیر کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کرے۔ اس طواف سے فارغ ہونے کے بعد اپنی چادر کو پہن لے یعنی اس کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے اور دونوں کناروں کو اپنے سینے پر کر لے۔

﴿پھر ممکن ہو تو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے، اگر یہ ناممکن ہو تو انہیں مسجد حرام میں کسی بھی جگہ پڑھے۔ ان میں سورہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں: ”قل یا ایہا الکافرون“ اور دوسری رکعت میں: ”قل هو اللہ أحد“ پڑھے گا، یہی افضل ہے اور اگر ان کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر دونوں رکعتوں سے سلام پھیرنے کے بعد اگر ہو سکے تو حجر اسود کا قصد کرے۔

﴿پھر صفا پہاڑی کی طرف جائے اور اس پر چڑھ جائے یا اسکے پاس ہی ٹھہرے، البتہ چڑھنا افضل ہے، اور اللہ کے اس قول کو پڑھے: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنَ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ

الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿سورة البقرة: ۱۵۸﴾

"صفا اور مردہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، اسلئے بیت اللہ کا حج و عمرہ کرنے والے پران کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں، اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدر دان ہے اور انھیں خوب جاننے والا ہے۔"

اور اس کے لیے مستحب ہے کہ قبلہ کو سامنے کرے اور اللہ کی حمد و تکبیر بیان کرے اور یہ دعا پڑھے: " لا إله إلا الله ، والله أكبر ، لا اله الا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ، لا اله الا الله وحده أنجز وعده ونصر عبده وهزم الأحزاب وحده. "

پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جو کچھ ممکن ہو دعا کرے، اور اس ذکر اور دعا کو تین بار کرے۔ پھر صفا سے اتر کر مردہ کی طرف چلے یہاں تک کہ پہلے ہرے نشان تک پہنچے تو آدمی تیزی سے چلے یہاں تک کہ دوسرے ہرے نشان تک پہنچ جائے۔ البتہ عورت کے لئے دوڑنا جائز نہیں، اس لئے کہ عورت سراپا پردہ ہے۔ پھر عام رفتار سے چلے اور مردہ پر چڑھ جائے یا اس کے پاس کھڑا ہو جائے، لیکن اگر ہو سکے تو چڑھنا افضل ہے۔ اور مردہ پر بھی وہی کچھ کہے اور کرے جو کچھ اس نے صفا پر کیا اور کہا تھا۔ پھر وہاں سے اترے اور چلنے کی جگہ میں چلے اور دوڑنے کی جگہ میں دوڑے، یہاں تک کہ صفا تک پہنچ جائے، اسی طرح وہ سات مرتبہ کرے، اس کا جانا ایک چکر اور واپس آنا دوسرا چکر شمار ہوگا۔ اگر سوار ہو کر سعی کرے تو کوئی حرج نہیں بالخصوص ضرورت کے وقت۔

اس کے لیے سعی کے دوران کثرت سے ذکر و دعا کرنا مستحب ہے۔ اسی طرح اس کو حدیث اصغر اور اکبر سے پاک ہونا چاہیے، اگر وہ بغیر طہارت کے سعی کرے تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا۔ ﴿جب سعی مکمل کر لے تو آدمی اپنے سر کا حلق یا قصر کرائے، البتہ حلق کروانا افضل ہے۔ اگر

اس کا مکہ آن حج کے وقت کے قریب ہو تو اس کے لئے قصر کروانا افضل ہے تاکہ بقیہ سر کاج حج میں حلق کروائے۔

البتہ عورت اپنے بال کو اکٹھا کر کے اس میں سے ایک انگلی کے پور کے برابر یا اس سے کچھ کم بال کاٹے گی۔ مذکورہ اعمال کرنے کے بعد الحمد للہ محرم کا عمرہ پورا ہو گیا اور اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہوگئی جو احرام کی وجہ سے اس پر حرام ہوگئی تھی۔

## حج کا طریقہ (\*)

حج کی تین قسمیں ہیں: تمتع، افراد، قرآن۔

**تمتع** : حج کے مہینوں میں صرف عمرہ کا احرام باندھے، مکہ پہنچ کر عمرہ کے لیے طواف اور سعی کرے اور سر کے بالوں کو منڈالے یا چھوٹے کر والے، جب یوم الترویہ یعنی ذوالحجہ کا آٹھواں دن ہو تو صرف حج کا احرام باندھے اور اس کے تمام اعمال کی ادائیگی کرے۔

**افراد** : صرف حج کا احرام باندھے، مکہ پہنچ کر طواف قدم کرے اور حج کے لیے سعی کرے، اور اپنے سر کے بالوں کو نہ تو منڈائے اور نہ چھوٹے کروائے، اور نہ ہی اپنے احرام سے حلال ہو، بلکہ اپنے احرام پر باقی رہے یہاں تک کہ عید کے دن جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد حلال ہو، اور اگر حج کی سعی کو حج کے طواف کے بعد تک موخر کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

**قرآن** : عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے، یا پہلے عمرہ کا احرام باندھے پھر اس کے طواف کا آغاز کرنے سے پہلے اس پر حج کی نیت داخل کر لے۔

(\*) ”المنہاج فی الحج“ للعلامة ابن عثيمين.



حج قرآن کرنے والے کا کام بھی حج افراد کرنے والے کے کام ہی کی طرح ہے، البتہ قرآن کرنے والے پر ہدی (جانور کی قربانی) واجب ہے اور افراد کرنے والے پر ہدی (قربانی) نہیں ہے۔

ان تینوں قسموں میں سے تمتع سب سے افضل ہے، اور نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو اسی کا حکم دیا تھا اور انہیں اسی پر ابھارا تھا، یہاں تک کہ اگر انسان حج قرآن یا افراد کا احرام باندھ لیا ہو تب بھی اس کے لیے تاکید یہی ہے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں بدل دے تاکہ تمتع کرنے والا ہو جائے، گرچہ وہ طواف اور سعی سے فارغ ہو چکا ہو؛ کیونکہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے سال جب طواف اور سعی سے فارغ ہو گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ بھی تھے تو آپ نے ہر اس شخص کو جس کے پاس ہدی (قربانی) کا جانور نہیں تھا یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں بدل دے اور سر کے بالوں کو چھوٹے کروا کر حلال ہو جائے (اور احرام اتار دے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میں اپنے ساتھ ہدی نہ لایا ہوتا تو میں بھی اسی طرح کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔“

## حج کے اعمال کا اجمالی بیان :

### ✽ پہلے دن یعنی ۸ ذوالحجہ کے اعمال:

۱- اپنی جگہ سے حج کا احرام باندھے، چنانچہ غسل کرے، خوشبو لگائے اور احرام کا کپڑا پہن لے اور کہے: لبیک حجاً، لبیک اللهم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمه لک، و الملک لا شریک لک.

۲- منیٰ کا رخ کرے اور وہاں نویں ذوالحجہ کے سورج طلوع ہونے تک باقی رہے، وہاں آٹھ ذوالحجہ کو ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور (۹ ذوالحجہ کی) فجر کی نماز پڑھے، ہر نماز کو اس

کے وقت پر پڑھے، اور چار رکعت والی نماز کو قصر کرے۔

### ❖ دوسرے دن یعنی ۹ مزدوالحجہ کے اعمال:

۱- سورج طلوع ہونے کے بعد عرفہ جائے، وہاں ظہر اور عصر کی نماز قصر اور جمع تقدیم کے ساتھ پڑھے، اگر آسانی ہو تو زوال سے پہلے نمہ میں اترے۔

۲- نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سورج غروب ہونے تک ذکر اور دعا کے لیے فارغ ہو جائے۔

۳- سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائے اور وہاں پہنچ کر تین رکعت مغرب کی نماز اور دو رکعت عشاء کی نماز پڑھے، اور فجر طلوع ہونے تک وہاں رات بتائے۔

۴- طلوع فجر کے بعد فجر کی نماز پڑھے، پھر ذکر اور دعا کے لیے فارغ ہو جائے یہاں تک کہ صبح پوری طرح واضح ہو جائے۔

۵- سورج نکلنے سے پہلے منی کے لیے روانہ ہو جائے۔

### ❖ تیسرے دن یعنی ۱۰ مزدوالحجہ (یوم عید) کے اعمال:

۱- منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ جائے اور اسے پے در پے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

۲- اگر اس کے پاس ہدی (قربانی کا جانور) ہے تو اسے ذبح کرے۔

۳- اپنے سر کے بالوں کو منڈائے یا چھوٹا کروائے، اور اس کے ذریعہ اسے تحلل اول (تحلل اصغر) حاصل ہو جائے گا، پھر وہ اپنا کپڑا پہن لے اور خوشبو لگائے، اور اب اس کے لیے عورتوں کے علاوہ تمام محظورات احرام جائز ہو گئے۔

۴- مکہ جا کر طوافِ افاضہ کرے، اور یہی حج کا طواف ہے، اور صفا و مروہ کے بیچ حج کے لیے سعی کرے اگر وہ متمتع ہے، اسی طرح اگر وہ غیر متمتع ہے اور طوافِ قدم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی تو اب سعی کرے۔

اس طرح اسے دوسرا تحلل (تحلل اکبر) حاصل ہو جائے گا اور اس کے لیے عورت سمیت تمام ممنوعاتِ احرام حلال ہو جائیں گے۔

۵- منیٰ واپس جا کر وہاں گیارہویں ذوالحجہ کی رات گزارے۔

✽ چوتھے دن یعنی ۱۱ ذوالحجہ کا کام:

۱- تینوں جمرات کی رمی کرے، پہلے جمرہ کی پھر درمیانی جمرہ کی پھر جمرہ عقبہ کی، ہر ایک جمرہ کو پے درپے سات کنکریاں مارے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے، نیز زوال کے بعد رمی کرے اس سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں، پہلے اور دوسرے جمرہ کو رمی کرنے کے بعد ٹھہر کر دعا کرے۔

۲- بارہویں ذوالحجہ کی رات کو منیٰ میں گزارے۔

✽ پانچویں دن یعنی ۱۲ ذوالحجہ کے اعمال:

۱- چوتھے دن کی طرح تینوں جمرات کو کنکری مارے۔

۲- اگر جلدی کرنا چاہتا ہے تو سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ سے کوچ کر جائے، یا اگر

تاخیر کرنا چاہتا ہے تو منیٰ میں رات گزارے۔

✽ چھٹے دن یعنی ۱۳ ذوالحجہ کے اعمال:

یہ دن اس آدمی کے ساتھ خاص ہے جو تاخیر کرتا ہے، اور وہ اس دن درج ذیل کام کرے

گا:

۱- پہلے دو دنوں کی طرح تینوں جمرات کو نکلری مارے۔

۲- اس کے بعد منی سے کوچ کر جائے۔

اور آخری کام سفر کرنے کے وقت طواف وداع کرنا ہے، واللہ اعلم۔

## مسجد نبوی کی زیارت:

حج (۱) سے پہلے یا اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی زیارت کرنا مسنون ہے، جیسا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اس مسجد (نبوی) میں ایک (وقت کی) نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔" (بخاری و مسلم)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے ماسوا دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز سے افضل ہے۔" (مسلم)

زائر کے لیے مستحب ہے کہ روضہ شریفہ میں کثرت سے نوافل کا اہتمام کرے کیونکہ اس کی فضیلت میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ: "میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

جہاں تک فرض نمازوں کی بات ہے تو زائرین اور دیگر لوگوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ روضہ سے آگے بڑھ کر حسب استطاعت پہلی صف میں نماز پڑھنے کا اہتمام کریں، اگرچہ سامنے کے اضافہ شدہ حصے میں ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ صحیح احادیث کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی صف کے بارے میں ترغیب وارد ہے۔

(۱) "مجموع فتاویٰ ومقالات مشنویہ" (۱۱۰-۹۹/۱۶)

اور کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے حجرے (کی جالیوں) کو چھوئے یا اس کا بوسہ دے یا اس کا طواف کرے کیونکہ سلف صالحین سے اس طرح کی چیزوں میں سے کچھ بھی منقول نہیں ہے، بلکہ یہ تمام چیزیں منکر بدعات میں سے ہیں۔

اور بعض زائرین جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آواز بلند کرتے ہیں اور وہاں پر دیر تک کھڑے رہتے ہیں تو یہ خلاف شرع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (سورة الحجرات: ۲-۳)

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔“

اور اسی طرح بعض زائرین اور دوسرے لوگ جو آپ کی قبر کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگتے ہیں، تو یہ سب سلف صالحین یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ان کے تابعین کے طریق کار کے بالکل خلاف ہے، بلکہ یہ نئی ایجاد کر لی گئی بدعات میں سے ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”تم میری سنت اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقہ کار) کو لازم

پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو، اور اسے دانتوں سے جکڑ لو اور نئی ایجاد کی ہوئی باتوں سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی ایجاد کی ہوئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“ (احمد، ابوداؤد)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس آدمی نے ہمارے اس امر (دین) میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔“ (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”جس شخص نے کوئی ایسا کام کیا جو ہمارے امر دین کے خلاف ہے، تو وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔“

اور اسی طرح بعض زیارت کرنے والے آپ پر سلام بھیجتے وقت نماز پڑھنے والے کی ہیئت و کیفیت کی طرح اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر یا اس کے نیچے رکھ لیتے ہیں، تو یہ ہیئت و کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتے وقت جائز ہے اور نہ ہی آپ کے علاوہ دیگر بادشاہوں اور لیڈروں وغیرہ پر سلام پڑھتے وقت، کیونکہ یہ عاجزی و انکساری، اطاعت و انقیاد اور عبادت کی ہیئت و کیفیت ہے جو صرف اللہ کے لیے ہی جائز ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے اندر علماء سے نقل کیا ہے اور اس معاملے میں غور و فکر کرنے والے کے لیے معاملہ بالکل واضح اور عیاں ہے بشرطیکہ اس کا مقصد سلف صالحین کے راستے کی پیروی کرنا ہو۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت:

نبی (۱) کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنا نہ واجب ہے اور نہ ہی حج کے شرائط میں سے ہے جیسا کہ بعض عوام اور ان کے ہم مثل لوگ سمجھتے اور گمان کرتے ہیں، بلکہ یہ مسجد نبوی کی زیارت کرنے والے یا اس سے قریب رہنے والے کے حق میں مستحب ہے۔

البتہ جو مدینہ منورہ سے دور ہے اس کے لیے قبر رسول کی زیارت کے مقصد سے رخت سفر

(۱) ”مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ“ (۱۶/۱۱۱-۱۱۳)

باندھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اس کے لیے مسجد نبوی کی زیارت کے قصد سے رخت سفر باندھنا مسنون ہے، جب آدمی وہاں پہنچ جائے تو آپ کی قبر شریف اور صاحبین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر کی زیارت، مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں داخل ہے۔ کیونکہ صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کا (اس سے برکت حاصل کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے) رخت سفر نہ باندھا جائے: مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔“

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر یا آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی قبر کی زیارت کے مقصد سے رخت سفر باندھنا مشروع ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اس سے ضرور آگاہ کرتے اور اس کی فضیلت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ خیر خواہ، لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے، آپ نے رسالت کی واضح طور پر تبلیغ کی، اپنی امت کی ہر خیر و بھلائی کی جانب رہنمائی کی اور انہیں ہر شر و برائی سے ڈرایا، ایسا (یعنی مشروع) کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ آپ نے تین مساجد کے علاوہ کسی اور جگہ کا رخت سفر باندھنے سے ڈرایا اور آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے: ”میری قبر کو عید مت بناؤ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان، اور میرے اوپر درود بھیجتے رہو، کیونکہ تم کہیں بھی رہو مجھ تک تمہارا درود پہنچتا رہتا ہے۔“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر کو مشروع قرار دینا دراصل آپ کی قبر کو عید (تہوار) بنانے کا سبب ہے اور غلو و مبالغہ آمیزی کی جس ممنوع بات سے آپ ہمیشہ خوف کھاتے تھے اس کا وقوع پذیر ہونا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے لیے رخت سفر باندھنے کی مشروعیت کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اس محذور میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق ضعیف حدیثیں:

اول: ”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کیا۔“  
دوم: ”جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔“

سوم: ”جس نے ایک ہی سال میں میری اور میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی تو میں اللہ کے پاس اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔“

چہارم: ”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“  
یہ اور اس قسم کی حدیثوں میں سے کچھ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔  
اگر ان میں سے کوئی بھی چیز ثابت ہوتی تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر عمل کرنے، امت کے لیے اسے بیان کرنے اور اس کی طرف دعوت دینے میں سب سے آگے ہوتے، کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر اور معزز لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے حدود کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے لیے سب سے زیادہ ناصح و خیر خواہ ہیں، لہذا جب ان حدیثوں میں سے کوئی بھی چیز ان سے منقول نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ یہ غیر مشروع ہے۔ اور اگر ان میں سے کوئی حدیث صحیح بھی ہو جائے تو اس کو اس شرعی زیارت پر محمول کرنا واجب ہے جس میں صرف قبر کے قصد سے رخت سفر باندھنا نہ ہو، تاکہ دونوں طرح کی احادیث کے درمیان تطبیق ہو جائے، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔





## خواتین کے مخصوص مسائل (\*)

پہلا مسئلہ:

وگ (مصنوعی بال) پر مسح کرنے کا حکم: ضرورت کے وقت وگ پہننا جائز ہے۔ اگر عورت کو وگ پہننے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ وضو کرتے وقت اس پر مسح نہیں کرے گی؛ کیونکہ وہ نہ تو خمار (دوپٹہ) ہے اور نہ ہی خمار کے معنی میں ہے، اور اس لیے بھی کہ براہ راست سر پر یا اس بال پر مسح کرنا ضروری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

دوسرا مسئلہ:

نیل پالش: بعض خواتین اپنی ناخنوں پر پالش (مینیکور) لگا لیتی ہیں جو چمڑے تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ ہوتی ہے، یہ جائز نہیں ہے؛ بلکہ اسے با وضو ہونے کی حالت میں لگانا شرط ہے، اور دوسری مرتبہ وضو کرتے وقت اسے زائل کر دینا چاہیے۔

تیسرا مسئلہ:

حیض: وہ خون ہے جو عورت کی شرمگاہ سے اس کی تندرستی کی حالت میں بغیر ولادت یا بیکارت کے زائل ہونے کے سبب کے نکلتا ہے۔ بہت سے فقہاء کا خیال ہے کہ عورت کے نو سال کی عمر کو پہنچنے پر اس کا وقت شروع ہوتا ہے، اگر وہ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے خون کو دیکھے تو وہ حیض کا خون شمار نہیں ہوگا بلکہ وہ کسی بیماری اور خرابی کا خون ہے، بسا اوقات ماہواری کا آنا آخری عمر تک جاری رہتا ہے اور غالب طور پر پچاس سال کی عمر کو پہنچنے پر ختم ہو جاتا ہے، اس خون کے چھ انواع ہیں: کالا، سرخ، پیلا، گدلا، ہرا، اور ٹیالا۔

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ایک رات، اوسط مدت پانچ دن، اکثر مدت پندرہ دن

(\*) "تیسیر الفقہ" ا. د. صالح غانم السدلان.

اور غالب مدت چھ یا سات دن ہے۔

دو حیض کے مابین کم از کم پاکی غالب طور پر تیرہ دن ہے، اور کبھی کبھار اس سے کم یا اس سے زیادہ بھی ہوتا ہے۔

حیض کی حالت میں نماز، روزہ، مسجد میں داخل ہونا، مصحف لے کر قرآن کی تلاوت، طواف اور ہمبستری کرنا ممنوع ہے، اسی طرح یہ بلوغت کی علامت بھی ہے۔

### چوتھا مسئلہ:

نفاس: وہ خون جو بچہ جننے یا بچے کا بیشتر حصہ باہر نکلنے کے بعد عورت کی شرمگاہ سے نکلتا ہے، اور اگر اس حالت میں بچہ گر جاتا ہے تو اس کی خلقت واضح ہو چکی ہوتی۔

نفاس کی مدت: فی الغالب چالیس دن ہے، اور کم از کم مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے۔ اگر عورت جڑواں بچے جنم دیتی ہے تو پہلے بچے کی پیدائش کے وقت سے نفاس کی مدت کا اعتبار ہوگا۔

نفاس کی وجہ سے بھی وہ چیزیں ممنوع ہو جاتی ہیں جو حیض کی وجہ سے ممنوع تھیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

### پانچواں مسئلہ:

استحاضہ: حیض و نفاس کے ایام کے علاوہ دنوں میں عورت کے رحم کے نچلے حصہ سے خون کا بہنا، لہذا جو بھی خون حیض یا نفاس کے اکثر مدت سے زائد یا اس کے اقل مدت سے کم ہو، یا حیض آنے کی عمر-نوسال- سے پہلے جاری ہو وہ استحاضہ ہے۔

استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ وہ ایک دائمی حدث (ناپاکی) ہے جو نماز اور روزہ سے مانع نہیں ہے۔

مستحاضہ عورت ہر نماز کے لیے وضو کرے گی۔ نیز اس کے شوہر کے لیے اس سے صحبت کرنا

جائز ہے۔ حاملہ عورت جو خون دیکھتی ہے اسے استحاضہ کے قبیل سے شمار کیا جاتا ہے۔

### چھٹا مسئلہ:

عورت کے لیے بلا ضرورت اپنے سر کے بال مونڈنے کی ممانعت ہے، نیز اس پر ابرو کے بال اکھیڑنا، گودنا گودوانا، اپنے بالوں میں کسی دوسرے کے بال جوڑنا، خوبصورتی کے لیے دانتوں کو گھسا کر ان میں دراز پیدا کرنا حرام ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے والی اور کروانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔“ (اسے ائمہ سبعہ یعنی احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روات کیا ہے)۔

عورت کے لیے خوشبو استعمال کرنا حرام ہے، الا یہ کہ وہ اس کے شوہر کے لیے، یا عورتوں کے مابین ہو۔

### ساتواں مسئلہ:

عورت کا ستر: اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت سراپا ستر (چھپانے اور پردہ کرنے کی چیز) ہے، لہذا اس پر واجب ہے کہ اجنبی مردوں سے پردہ کرے، نیز اس کے لیے اجنبی مردوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔

عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، محرم وہ شخص ہے جس پر وہ کسی مباح سبب یعنی نسب، یا مصاہرت، یا رضاعت کے سبب ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

عورت نماز میں اپنے چہرے، اپنی دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ پورے جسم کو چھپائے گی، اور اگر اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھ رہی ہے تو مذکورہ اعضاء کو بھی چھپانا واجب ہے، نیز اس کے لیے اپنی ہتھیلیوں اور قدموں کو مطلق طور پر چھپانا مستحب ہے۔

ساتر لباس وہ ہے جو موٹا اور کشادہ (ڈھیلا) ہو، مردوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو، اور نہ نقش و نگار والا ہو جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے، اور نہ ہی کافرہ عورتوں کے لباس کے مشابہ ہو اور

نہ ہی شہرت کا لباس ہو۔

### آٹھواں مسئلہ:

عورت کی زینت و آرائش (بناؤ سنگھار): عورت کے لیے زینت و آرائش کی چیزوں میں سے کچھ حلال و جائز ہیں اور کچھ حرام ہیں، چنانچہ عورت کے لیے خوشبو، سونا، چاندی، ریشم اور زرد رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے، اور ایسی زینت و آرائش جس سے مقصود شہرت، فخر اور لوگوں کی نظروں کو متوجہ کرنا ہو، نیز ایسی خوشبو جس سے مہک نکل رہی ہو، اور نامحرم لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا حرام ہے۔

### نواں مسئلہ:

عورت کی آواز ستر اور پردہ میں داخل نہیں ہے، الا یہ کہ جب وہ اسے نرم و خرام، باریک اور ہلکی کر کے اس کے ذریعہ لوگوں کو فتنے میں ڈالنے کی کوشش کرے اور اس میں مبالغہ سے کام لے، البتہ اس کا گانا (گلوکاری) حرام ہے، اور ہمارے زمانے میں بہت سے لوگ اس کے دلدادہ ہیں اور اسے لوگوں کی توجہ حاصل کرنے اور مال جمع کرنے کا وسیلہ بنا لیا ہے۔ گانا مرد کے حق میں بھی حرام ہے، جبکہ عورتوں کے حق میں اس کی حرمت بہت سخت ہے۔ عورت کے لیے شادی اور عید کے مواقع پر جبکہ وہ خالص عورتوں کے بیچ، شرعی طور پر پسندیدہ الفاظ کے ذریعہ اور بغیر موسیقی (میوزک) کے ہوتو گانا جائز ہے۔

### دسواں مسئلہ:

عورت اپنے کسمن بچے اور اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اسی طرح اس کے لیے مردوں کی طرح جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن وہ جنازہ کے پیچھے اس کی مشایعت کے لیے نہیں جائے گی، اور اس کے لیے قبرستان کی زیارت کرنا ناجائز ہے، نیز اس کے لیے نوحہ کرنے، رخسار پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور بال اکھاڑنے سے ممانعت ہے، یہ ساری چیزیں جاہلیت کے امور

میں سے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور عورت کے لیے شوہر کے علاوہ کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، البتہ شوہر پر وہ چار ماہ دس دن واجب طور پر سوگ منائے گی، سوگ کی مدت میں وہ شوہر کے گھر میں سکونت پذیر رہے گی اور زینت و آرائش اور خوشبو سے پرہیز کرے گی، نیز سوگ منانے کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے۔

### گیارہواں مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے جو سونا، چاندی جائز قرار دیا ہے، اس سے وہ عرف و عادت (رسم و راج) کے مطابق زیب و زینت اختیار کر سکتی ہے، اور اسے اس بارے میں فضول خرچی اور فخر و مباہات سے اجتناب کرنا چاہیے، نیز عورت سونے، چاندی کے جویورات پہنتی ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگر وہ روزانہ یا مناسبات پر استعمال ہوتا رہتا ہے۔

### بارہواں مسئلہ:

عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر مروجہ عرف و عادت کے مطابق صدقہ و خیرات کرنا جائز ہے اگر اسے شوہر کی رضامندی کا علم ہے۔ نیز عورت کے لیے اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اگر وہ زکوٰۃ کے حقدار میں سے ہے۔ اگر اس کا شوہر بخیل ہے اس کا واجب خرچ نہیں دیتا ہے، تو عورت کے لیے اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اتنا مال لینا جائز ہے جو عرف کے مطابق اس کے اور اس کے بچے کے لیے کافی ہو۔

### تیرہواں مسئلہ:

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اگر اپنے اور اپنے بچوں کے اوپر، یا صرف اپنے اوپر نقصان کا اندیشہ ہو، تو ان کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے، اور ان دونوں حالتوں میں ان کے اوپر صرف قضا واجب ہے، فدیہ نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ دونوں صرف اپنے بچوں پر نقصان کا خوف

محسوس کرتی ہیں، تو ان پر قضا اور فدیہ دونوں واجب ہے۔ یہ حکم حاملہ عورت کے متعلق ہے، جہاں تک دودھ پلانے والی عورت کا مسئلہ ہے تو اگر اس کا بچہ دوسری عورت کا پستان قبول کر لیتا ہے اور وہ اسے اس کے لیے اجرت پر رکھنے کی طاقت رکھتی ہے، یا اس کے پاس مال ہے جس سے دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر رکھا جاسکتا ہے، تو وہ اس کے لیے (دایہ) اجرت پر رکھے گی اور خود روزہ نہیں توڑے گی، اور جس عورت کو دودھ پلانے کے لیے اجرت پر رکھا گیا ہے، اس کا حکم مذکورہ امور میں ماں کے حکم کی طرح ہے۔ نیز عورت کے لیے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

#### چودھواں مسئلہ:

آدمی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو فرض حج سے منع کر دے، جب اس کی بیوی حج کے لیے اجازت مانگے تو اسے اجازت دینا اور اس کے ساتھ تعاون کرنا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ کی ادائیگی کر سکے، اس پر ضروری ہے۔ جہاں تک نفلی حج کا تعلق ہے تو اگر اس سے اس کی مصلحت یا اس کے بچوں کی مصلحت پر فرق پڑتا ہے تو اس کے لیے اسے روک دینا جائز ہے۔

#### پندرہواں مسئلہ:

عورت حالت احرام میں اپنے روزمرہ کے کپڑے پہنے گی، اور حالت احرام میں ان چیزوں سے بچے گی:

- ۱- وہ کپڑا جس میں خوشبو لگی ہو۔ ۲- دستانے
- ۳- نقاب۔ (عورت کے منہ ڈھانکنے کا کپڑا جس میں آنکھوں کے لیے دو سوراخ ہوتے ہیں، اور اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرہ ڈھانکنا ضروری ہے)
- ۴- زرد رنگ کے کپڑے۔

### سولہواں مسئلہ:

حیض و نفاس والی عورتیں غسل کر کے احرام باندھ لیں گی اور تمام مناسک کی ادائیگی کریں گی، البتہ پاک ہونے تک صرف خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گی، جب پاک ہو جائیں گی تو طواف کریں گی۔

### سترہواں مسئلہ:

حاجی کے لیے تلبیہ کہنا مشروع ہے، مرد لوگ بلند آواز سے تلبیہ کہیں گے اور خواتین آہستہ سے تلبیہ کہیں گی، عورت طواف اور سعی میں رمل نہیں کرے گی (یعنی تیز رفتار سے نہیں چلے گی)، نہ ہی بلند آواز سے دعا کرے گی اور نہ ہی حجر اسود وغیرہ کے پاس مزاحمت کرے گی۔

### اٹھارہواں مسئلہ:

حلق (سر کے بال منڈانا) اور تقصیر (سر کے بال چھوٹے کروانا) حج اور عمرہ کے مناسک (اعمال) میں سے ہیں، عورت کے لیے تقصیر کرنا مرد کے حلق کرنے کے قائم مقام ہے، کیونکہ عورت کے لیے اپنے سر کے بالوں کو منڈانا (حلق کرانا) جائز نہیں ہے، عورت کے تقصیر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر چوٹی سے انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لے گی، یا اگر چوٹی نہیں ہے تو اپنے بالوں کو اکٹھا کر کے انگلی کے پور کے برابر کاٹ لے گی۔

### انیسواں مسئلہ:

اگر عورت کو جلد ہی حیض آنے کا خوف ہو تو اس کے لیے یوم النحر (۱۰/ ذوالحجہ) کو ہی طواف افاضہ کر لینا مستحب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا حیض آنے کے خوف سے عورتوں کو یوم النحر ہی کو طواف افاضہ کر لینے کا حکم دیتی تھیں، اور اگر عورت طواف افاضہ کر چکی ہے اور مکہ سے روانہ ہوتے وقت وہ حائضہ ہو جائے تو ایسی صورت میں اس پر طواف وداع کرنا واجب نہیں ہے۔

### بیسواں مسئلہ:

کسی مسلمان خاتون کے لیے کسی غیر مسلم سے شادی کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مشرک - کمیونسٹ، یا ہندو، یا کوئی دوسرا - ہو یا اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) میں سے ہو۔ کیونکہ آدمی کو اپنی بیوی پر نگرانی و سرپرستی کا حق حاصل ہے اور اس پر شوہر کی اطاعت واجب ہے، اور یہی ولایت (سرپرستی و نگرانی) کا مفہوم ہے، لہذا کسی کافر یا مشرک کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والے پر سرپرستی اور تسلط حاصل ہو۔

### اکیسواں مسئلہ:

کسمن بچے یا بچی، یا کم عقل جو تمیز کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، ان کی نگرانی اور نگہداشت کرنا حضانت کہلاتا ہے۔ کسمن بچے اور بچی کی حضانت کا حق ماں کا ہے اور اگر وہ انکار کرتی ہے تو اسے اس پر مجبور کیا جائے گا، اس کے بعد حضانت کا حق اس کی ماں کا ہے، پھر قرب و نزدیک کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر باپ کا حق ہے، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر دادا کا حق ہے پھر درجہ بدرجہ اس کی ماؤں کا حق ہے، پھر سگی بہن کا حق ہے، پھر ماں جانی بہن کا، پھر باپ جانی بہن کا، پھر اسی طرح درجہ بدرجہ پھوپھیوں کا حق ہے، پھر خالاؤں کا حق ہے، پھر اس کی ماں کی خالاؤں کا، پھر اس کے باپ کی خالاؤں کا، پھر اس کے باپ کی پھوپھیوں کا، پھر اس کی بھتیجیوں کا، پھر اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی بیٹیوں کا، پھر اس کے باپ کے چچاؤں کی بیٹیوں اور اس کے باپ کی پھوپھیوں کی بیٹیوں کا، پھر اس کے باپ کے چچاؤں کی بیٹیوں اور اس کے باپ کی پھوپھیوں کی بیٹیوں کی قرب و نزدیکی کے لحاظ سے درجہ بدرجہ باقی عصبہ کا، پھر اس کے ذوی الارحام، پھر حاکم کا حق ہے۔

باپ کے اوپر حضانت کی اجرت کا مطالبہ کرنے والے کو اس کی اجرت دینا واجب ہے، حاضنہ کے اندر بلوغت و عقل، تربیت کرنے کی قدرت، امانت، اخلاق اور اسلام کا



پایا جانا شرط ہے، نیز وہ شادی شدہ نہ ہو، اگر وہ شادی کر لیتی ہے تو اس کی حضانت کا حق ساقط ہو جائے گا۔ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے اس کے ماں باپ کے بیچ انتخاب کا اختیار دیا جائے اور ان میں سے جس کو وہ اختیار کر لیتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا، سات سال کے بعد بچی کے متعلق اس کا باپ زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اسے اپنے حوالے کر لے۔

### بائیسواں مسئلہ:

چاروں مسلک کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے مکمل جسم کو چھپانا واجب ہے، خواہ ان میں سے وہ لوگ ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں پردہ میں داخل ہیں، یا وہ لوگ جو انہیں پردہ میں داخل نہیں سمجھتے ہیں، وہ سب کے سب اس زمانے میں اکثر لوگوں کی خرابی، ان کے دین کی کمزوری اور ان کے عورت کی طرف حرام نگاہی سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے، اس کو واجب سمجھتے ہیں۔

(عطاء الرحمن ضیاء اللہ\*)